العُروَہ فی مناسکِ الحجّ والعُمرَہ

فتاویٰ حج وعمرہ

حصّہ دوم

مصنّف

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عطاء اللہ النعیمی مدظلہ العالی

(رئیس دار الإفتاء جمعیة إشاعة أهل السنّة)

مرتّب

حضرت علامہ مولانا محمد عرفان ضیائی مدظلہ العالی

جمعیّت اِشاعتِ اہلِسنّت پاکستان

نور مسجد کاغذی بازار کراچی ۷۴۰۰۰

Ph : 021-2439799 Website : www.ahlesunnat.net - www.ishaateislam.net

العروة فی الحج و العمرة

فتاویٰ حج و عمرہ

(حصہ دوم)

تالیف

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی، فون:2439799

نام کتاب : العروۃ فی الحج و العمرۃ ''فتاویٰ حج وعمرہ''

تصنیف : حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

سن اشاعت : ذی قعدہ 1428ھ۔ دسمبر 2007ء

تعداد اشاعتِ (باراول): 2800

ناشر : جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی، فون: 2439799

خوشخبری: یہ رسالہ website: www.ishaateislam.net

www.ahlesunnat.net

پر موجود ہے۔

فہرست مضامین

مناسکِ منیٰ

مناسکِ عرفات

مناسکِ مزدلفہ

قربانی

حلق وقصر

جنایات (جرم اور اُن کے کفارے)

عورتوں کے مسائل

پیش لفظ

حج اسلام کا اہم رُکن ہے جس کی ادائیگی صاحبِ استطاعت پر زندگی میں صرف ایک بار فرض ہے، اس کے بعد جتنی بار بھی حج کرے گا نفل ہوگا اور پھر لوگوں کو دیکھا جائے تو کچھ تو زندگی میں ایک ہی بار حج کرتے ہیں کچھ دو یا تین بار، اقل قلیل ایسے ہوتے ہیں جن کو ہر سال یہ سعادت نصیب ہوتی ہے۔ لہٰذا حج کے مسائل سے عدم واقفیت یا واقفیت کی کمی ایک فطری امر ہے۔ پھر کچھ لوگ تو اس کی طرف توجہ ہی نہیں دیتے، دوسروں کی دیکھا دیکھی ایسے افعال کا ارتکاب کرتے ہیں جو سراسر ناجائز ہوتے ہیں اور کچھ علماء کرام کی طرف رجوع کرتے ہیں مناسکِ حج وعمرہ کی ترتیب کے حوالے سے ہونے والی نشستوں میں شرکت کرتے ہیں پھر بھی ضرورت پڑنے پر حج میں موجود علماء یا اپنے ملک میں موجود علماء سے رابطہ کر کے مسئلہ معلوم کرتے ہیں۔ اور پھر علماء کرام میں جو مسائل حج وعمرہ کے لئے کُتُبِ فقہ کا مطالعہ رکھتے ہیں وہ تو مسائل کا صحیح جواب دے پاتے ہیں اور جن کا مطالعہ نہیں ہوتا وہ اس سے عاجز ہوتے ہیں۔ ہمارے ہاں جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان) کے زیر اہتمام نور مسجد میٹھادر میں پچھلے کئی سالوں سے ہر سال باقاعدہ ترتیب حج کے حوالے سے نشستیں ہوتی ہیں اسی لئے لوگ حج وعمرہ کے مسائل میں ہماری طرف کثرت سے رجوع بھی کرتے ہیں، اکثر تو زبانی اور بعض تحریری جواب طلب کرتے ہیں اور کچھ مسائل کے بارے میں ہم نے خود دارالافتاء کی جانب رجوع کیا اور کچھ مفتی صاحب نے ۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۶ء کے سفرِ حج میں مکہ مکرمہ میں تحریر فرمائے۔ اس طرح ہمارے دارالافتاء سے مناسک حج وعمرہ اور اس سفر میں پیش آنے والے مسائل کے بابت جاری ہونے والے فتاویٰ کو ہم نے علیحدہ کیا ان میں سے جن کی اشاعت کو ضروری جانا اس مجموعے میں شامل کر دیا اور ضخامت کی وجہ سے اسے تین حصوں میں تقسیم کر دیا، لہٰذا یہ حصہ دوم ہے جسے جمعیت اشاعت اہلسنّت اپنے سلسلۂ اشاعت کے 164 ویں نمبر پر شائع کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ ہم سب کی کاوش کو قبول فرمائے اور اسے عوام وخواص کے لئے نافع بنائے۔ آمین

فقیر محمد عرفان ضیائی

سعی

مسعیٰ مسجد الحرام کی حُدود میں ہے یا خارج

استفتاء:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسعیٰ (سعی کی جگہ) مسجد الحرام کی حدود کے اندر ہے یا خارج، اور عورت حیض اور نفاس کی حالت میں سعی کرسکتی ہے یا نہیں؟

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: مسعٰی مسجد الحرام سے خارج ہے، چنانچہ امام محمد بن اسحاق خوارزمی حنفی متوفی ۸۲۷ھ لکھتے ہیں:

واعلم أن البيت فی وسط المسجد الحرام، و المسجد الحرام فی وسط مكة، والصفا خارج المسجد من الجانب الشرقیّ، و الصفا فی جهة الجنوب، و المروة كذلك فی الجانب الشمالیّ (۱)

یعنی، جان لیجئے کہ بیت اللہ مسجد الحرام کے وسط میں ہے اور مسجد الحرام مکہ معظّمہ کے وسط میں ہے، اور صفا مشرق کی جانب مسجد الحرام سے خارج ہے اور صفاجہتِ جنوب میں ہے اور مروہ اسی طرح (مسجد الحرام سے خارج) جانبِ شمالی میں ہے۔

علامہ ابوالولید محمد بن عبداللہ بن احمد ازرقی لکھتے ہیں:

عن علی الأزدی قال: سمعت أبا هريرة يقول: إنا لنجد فی كتاب الله عزّ وجلّ أن حدّ المسجد الحرام من الحزورة إلى

۱۔ إثارة الترغيب و التشويق إلى المساجد الثلاثة و البيت العتيق، القسم الأول، الفصل الخامس و الخمسون فی ذكر ما جاء فی بناء المسجد الحرام الخ، ص ۳۰۲

المسعٰی (۲)

یعنی، علی ازدی سے مروی ہے کہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا کہ ہم کتاب اللہ عزّ وجلّ میں پاتے ہیں کہ مسجد حرام کی حدّ حزورہ سے مسعیٰ تک ہے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ مسعیٰ (سعی کی جگہ) مسجد سے خارج ہے۔

اور مسعیٰ جب مسجد سے خارج ہے تو حائضہ ونفساء عورت کو وہاں جانے کی ممانعت بھی نہیں کیونکہ ممانعت تو دُخولِ مسجد سے ہے، امام ابوداؤد نے اپنی ''سنن'' میں اور امام بخاری نے ''تاریخ کبیر'' میں اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا جس میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا:

''لَا أُحِلُّ الْمَسْجِدَ لِحَائِضٍ وَّ لَا جُنُبٍ''

یعنی، پس حائضہ اور جنبی کے لئے مسجد کو حلال نہیں کرتا۔

اور ابن ماجہ اور طبرانی کی اُمّ المؤمنین اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے بلند آواز سے ارشاد فرمایا کہ ''مسجد جنبی اور حائضہ کے لئے حلال نہیں''۔

اور فقہاء کرام نے بھی لکھا ہے کہ حائضہ عورت کو مسجد میں آنا ممنوع ہے چنانچہ امام ابو الحسن احمد بن محمد القدوری متوفی ۴۲۸ھ لکھتے ہیں:

لا تدخل المسجد (۳)

یعنی، (حائضہ عورت) مسجد میں داخل نہ ہوگی۔

برہان الشریعۃ محمود بن صدر الشریعہ احمد بن عبید اللہ المحبوبی ''وقایۃ الروایۃ'' میں لکھتے ہیں:

یمنع الصلاۃ و الصوم و دخول المسجد الخ (باب الحیض)

یعنی، حیض نماز، روزہ اور دخولِ مسجد سے مانع ہے۔

اور حافظ الدین ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی متوفی ۷۱۰ھ ''کنز الدقائق''

۲۔ أخبار مکۃ، المجلد (۲)، باب ذکر غور زمزم و ما جاء فی ذلک، ذکر حدّ مسجد الحرام، ص ۶۳

میں لکھتے ہیں:

و یمنع صلاةً، و صوماً، و دخول مسجدٍ الخ (باب الحیض)

یعنی، حیض نماز، روزہ اور دخولِ مسجد سے مانع ہے۔

اور حیض ونفاس طواف سے بھی مانع ہے جیسا کہ "وقایة الروایة" اور "کنز الدقائق" میں ہے۔

اور امام ابوالحسن احمد بن محمد القدوری متوفی ۴۲۸ھ لکھتے ہیں:

و لا تطوف بالبیت (مختصر القدوری)

یعنی، وہ بیت اللہ کا طواف نہیں کرے گی۔

اور طوافِ کعبہ سے ممانعت کی وجہ دخولِ مسجد ہے، چنانچہ شارح وقایہ علامہ عبیداللہ بن مسعود بن تاج الشریعة "وقایة الروایة" کے قول "یمنع الطواف" کے تحت لکھتے ہیں:

لکونه یُفعل فی المسجد (٤)

یعنی، طواف سے ممانعت اس لئے ہے کہ طواف مسجد میں ہوتا ہے۔

پھر ایک سوال یہ ہے کہ جب طواف مسجد میں ہوتا ہے اس لئے حالتِ حیض میں ممنوع ہے پھر جب فقہاء کرام نے فرمایا کہ حائضہ مسجد میں داخل نہیں ہوگی تو طواف سے ممانعت ثابت ہوگئی اور مُتون جو کہ مختصر ہیں ان میں طواف کی ممانعت کو صراحۃً ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی تو اس کے جواب میں علامہ ابوبکر بن علی متوفی ۸۰۰ھ لکھتے ہیں:

فإن قیل: الطواف لا یکون إلا بدخول المسجد فقد عرف منعها منه فما الفائدة فی ذکر الطواف، قیل: یتصور ذلك فیما إذا جائها الحیض بعد ما دخلت المسجد و قد شرعت فی الطواف أو نقول لما کان للحائض أن تصنع ما یصنعه الحاج من الوقوف و غیره ربما یظن ظان أنها یجوز لها الطواف أیضاً کما جازلها الوقوف و هو أقوی منه فأزال هذا الوهم

بذلك (٥)

یعنی، پس اگر کہا جائے کہ طواف دخولِ مسجد کے بغیر نہیں ہوتا اور اس سے منع تو پہلے جان لیا گیا تو طواف کے ذکر کا کیا فائدہ ہے؟ اس کے جواب میں کہا گیا کہ وہ اس صورت میں متصوّر رہے کہ جب عورت کو حیض آئے تو وہ مسجد کے اندر ہو اور وہ طواف شروع کر دے یا طواف کے صراحۃً ذکر کے فائدے کے بارے میں ہم کہیں گے کہ جب حکم تھا کہ حائضہ عورت وہ کرے جو حاجی کرتے ہیں جیسے وقوفِ عرفہ وغیرہ، کبھی گمان کرنے والا یہ گمان کر لے کہ اس کے لئے طواف بھی جائز ہے جیسا کہ اس کے لئے وقوفِ عرفہ جائز ہے اور وہ اس سے زیادہ قوی ہے تو طواف کا صراحۃً ذکر کر کے اس وہم کا ازالہ کر دیا گیا۔

واللہ تعالى أعلم بالصواب

یوم الثلثاء، ۲۹ شوال المکرم ۱۴۲۷ھ، ۲۱ نوفمبر ۲۰۰۶م (257-F)

سعی میں ایک چکر سے مراد

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ چکر کا مطلب ہوتا ہے کہ جہاں سے چلے گھوم کر اس جگہ واپس پہنچے، اسی طرح سعی میں ایک چکر صفا سے صفا پر شمار ہونا چاہئے جس طرح کہ طواف میں ہے تو سعی میں اس طرح چکر شمار ہوگا یا صفا سے مروہ ایک چکر اور مروہ سے صفا دوسرا چکر شمار کیا جائے گا؟ نیز اگر کسی نے مروہ سے سعی شروع کی تو اس کا چکر کہاں سے شمار ہوگا؟

(السائل: سید طاہر نعیمی، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: مختار مذہب یہی ہے کہ سعی میں چکر اسی طرح شمار ہوگا کہ صفا سے مروہ ایک چکر اور مروہ سے صفا دوسرا، چنانچہ علامہ سراج الدین

٥۔ الجوھرۃ النیرۃ، المجلد (١)، کتاب الصلاۃ، باب الحیض، ص ٣٨

علی بن عثمان اَوسی حنفی متوفی ۵۶۹ھ لکھتے ہیں:

و السعی من الصفا إلی المروة شوط، و من المروة إلی الصفا شوط هو المختار (٦)

یعنی، اور سعی صفا سے مروہ ایک چکر ہے اور مروہ سے صفا ایک الگ چکر ہے، یہی مختار ہے۔

اور جس نے مروہ سے سعی شروع کی اور وہ صفا پر آیا تو اس کا یہ چکر شمار نہ ہوگا بلکہ اب وہ صفا سے مروہ کی جانب چلے گا تو وہ اس کا پہلا چکر ہوگا، امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ کی "کتاب الاصل" میں ہے:

و إن بدء بالمروة و ختم بالصفا حتی فرغ أعاد شوطاً واحداً لأن الذی بدأ فیه بالمروة ثم أقبل منها إلی الصفا لا یعتد به (٧)

یعنی، اگر سعی کو مروہ سے شروع کیا اور صفا پر ختم کیا یہاں تک کہ فارغ ہو گیا تو ایک چکر کا اعادہ کرے (یعنی صفا سے مروہ تک کے چکر کا اعادہ کرے) کیونکہ وہ چکر کہ جس میں وہ مروہ سے شروع ہوا اور صفا کو آیا وہ (سعی) میں شمار نہیں کیا گیا۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۶۷ھ "درمختار" اور "عالمگیری" کے حوالے سے لکھتے ہیں:

اگر مروہ سے سعی شروع کی تو پچھلا پھیرا کہ مروہ سے صفا کو ہوا شمار نہ کیا جائے گا، اب کے صفا سے مروہ کو جائے گا وہ پچھلا پھیرا ہوگا۔ (٨)

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم السبت، ٢ جمادی الأولی ١٤٢٨ھ، ١٩ مایو ٢٠٠٧ م (371-F)

٦۔ الفتاوی السراجیة، کتاب الحج، باب ترتیب أفعال الحج، ص ٣٣

٧۔ المبسوط، المجلد (٢)، کتاب المناسك، باب السعی بین الصفا و المروة، ص ٣٤٢

٨۔ بہار شریعت، حصہ ششم، صفا و مروہ کی سعی کا بیان، ص ٥٩

حج کی سعی اور احرام

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بعض لوگوں نے چار پانچ روز بعد حج کی سعی کی اور بغیر احرام کے کی تو کیا ان کی سعی ادا ہو جائے گی اور یہ بھی کہ اس سے قبل نفلی طواف ضروری ہوگا جس طرح منیٰ روانگی سے قبل نفلی طواف کے بعد سعی کرنے کا حکم تھا یا بغیر طواف کئے کرنا کافی ہوگی؟

(السائل: محمد سہیل قادری از لبیک حج گروپ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: حج کی سعی غیر مؤقت ہے اور واجبات حج سے ہے اس کی ادائیگی میں بلاوجہ تاخیر نہیں کرنی چاہئے لیکن اگر کسی عذر کی وجہ سے یا بلا عذر تاخیر کی تو جب بھی ادا کرے گا ادا ہو جائے گی اور واجب ذمے سے ساقط ہو جائے گا اور تاخیر کی وجہ سے کوئی دم یا صدقہ بھی لازم نہ ہوگا اور سعی جب طوافِ زیارت کے بعد کرے تو اس میں احرام شرط نہیں۔ چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ "جوھرۃ النیرۃ" سے نقل کرتے ہیں کہ

"سعی میں احرام اور زمانۂ حج شرط نہیں، نہ کی ہو تو جب بھی ادا کر لے ادا ہو جائے گی"۔(۹)

اور اس میں احرام شرط نہیں جیسا کہ مندرجہ بالا سطور میں ہے اسی طرح نفلی طواف بھی شرط نہیں کیونکہ اس سعی کو جب حاجی نے طوافِ زیارت کے بعد ادا کیا تو اس کے ذمے میں واجب ہو چکی تھی تو جب بھی ادا کرے گا تو اپنے ذمے سے واجب کو ساقط کرے گا، یہ اس طرح ہے جس طرح کسی شخص نے عمرہ کا احرام باندھا اور عمرہ کا طواف کرنے کے بعد چند دن تک کسی وجہ سے سعی نہ کر سکا اور احرام ہی میں رہا تو جب بھی وہ سعی کرے گا تو سعی ادا ہو جائے گی اور سعی کے لئے نفلی طواف کی حاجت بھی نہ ہوگی کیونکہ اس سعی کے وُجوب سں طواف کی وجہ سے ہے وہ اسے ادا کر چکا، اب نئے طواف کی حاجت نہیں۔ اسی طرح یہاں بھی جس طواف

۹۔ بہار شریعت، جلد(۱)، سعی کی غلطیاں، ص ۵۰۵

کی وجہ سے یہ سعی لازم ہوتی ہے وہ طوافِ زیارت ہے وہ اُسے ادا کر چکا، اب سعی ادا کرنے کے لئے نئے طواف کی حاجت نہیں، طوافِ زیارت میں چونکہ احرام شرط نہیں اس لئے سعی میں بھی احرام شرط نہیں جب کہ طوافِ زیارت حلق کے بعد ہو کیونکہ حاجی طوافِ زیارت اگر حلق سے قبل کرتا تو احرام میں کرتا تو بھی درست ہو جاتا اگرچہ یہ خلافِ سنّت ہے اور اگر حلق کے بعد کرتا تو بلا احرام کرتا، یہی حکم سعی کا ہے کہ طوافِ زیارت کے بعد سعی اگر حلق سے قبل کرے تو احرام میں کرے اور بعد میں کرے تو بغیر احرام کے کرے گا۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ۱۵ ذوالحجة ۱۴۲۷ھ، ٤ ینایر ۲۰۰۷ م (F-342)

حج کی سعی میں افضل کیا ہے؟ طوافِ زیارت سے پہلے کرنا یا بعد میں

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ منیٰ روانگی سے قبل طوافِ زیارت کی سعی کر لینا جائز ہے مگر افضل کیا ہے کہ طوافِ زیارت کی سعی طوافِ زیارت کے بعد کرے یا منیٰ روانگی سے قبل احرام باندھ کر رمل واضطباع کے ساتھ نفلی طواف کرنے کے بعد کرے؟

(السائل: طالب قادری، جمشید روڈ، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: یہی سوال علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی حنفی نے لکھا ہے کہ:

وهل الأفضل تقديم السعي أو تأخيره إلى وقته الأصلي

یعنی، کیا سعی کی تقدیم افضل ہے یا اس کی اپنے اصلی وقت (یعنی طوافِ زیارت کرنے کے بعد) کی طرف تاخیر۔

تو خود ہی جواب میں لکھتے ہیں کہ:

قيل الأول، و قيل: الثاني

یعنی، کہا گیا کہ پہلا (یعنی تقدیمِ سعی) افضل ہے، اور کہا گیا کہ دوسرا (یعنی طوافِ زیارت کے بعد سعی کرنا) افضل ہے۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ فضیلت میں اختلاف ہے اور اختلاف غیر قارن کے حق میں ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و الخلاف فی غیر القارن

یعنی، اختلاف غیر قارن میں ہے۔

اور ملا علی قاری حنفی اس کے تحت لکھتے ہیں:

و هو المفرد مطلقاً و المتمتع آفاقیاً بلا شبهة أو مکیاً ففیه مناقشة (۱۰)

یعنی، اور غیر قارن مطلقاً مفرد بالحج سے اور بلا شبہ متمتع آفاقی ہے یا مکی ہے تو اس میں مناقشہ ہے۔

اور قارن کے بارے میں علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

أما القارن فالأفضل له تقدیم السعی أو یسنّ (۱۱)

یعنی، قارن تو اس کے لئے سعی افضل ہے یا مسنون ہے۔

اگر قارن کے لئے تقدیم سعی افضل ہو تو تاخیر بلا کراہت جائز قرار دی جائے گی اور اگر مسنون ہو تو تاخیر مکروہ تنزیہی ہوگی چنانچہ ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ علامہ رحمت اللہ سندھی کی مندرجہ بالا عبارت کہ قارن کے لئے تقدیم سعی افضل ہے کے تحت لکھتے ہیں:

و یجوز تأخیر ہ بلا کراهة

یعنی، اور اس کی تاخیر بلا کراہت جائز ہے۔

اور قارن کے لئے تقدیم سعی مسنون ہے کے تحت لکھتے ہیں:

أی فیکره تأخیره لأنه ﷺ طاف طوافین و سعی سعین قبل

۱۰۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، ص ۲۰۷

الوقوف بعرفة (١٢)

یعنی، یا مسنون ہے یعنی تو اس کی تاخیر مکروہ ہے کیونکہ نبی ﷺ نے وقوفِ عرفہ سے قبل دو طواف اور دو سعیاں فرمائیں۔

اور ہم نے کراہت کو تنزیہی کے ساتھ مقید کر دیا کیونکہ یہ کراہت سنّت کے مقابلے میں ہے نہ کہ واجب کے مقابلے میں۔

لہٰذا نتیجہ یہ نکلا کہ حجِ افراد کرنے والے کے لئے متمتع آفاقی اور مکی کے لئے تقدیم سعی افضل ہے یا اس میں اختلاف ہے بعض نے تقدیم سعی کے افضل ہونے کو ترجیح دی ہے اور چنانچہ امام ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ حاجی کے منیٰ روانہ ہونے سے قبل طوافِ زیارت کی سعی کرنے کے بارے میں لکھتے ہیں:

و هو أفضل عندنا لما مرّ فی فصل طواف القدوم (١٣)

یعنی، یہ ہمارے نزدیک افضل ہے جیسا کہ طوافِ قدوم کی فصل میں گزرا۔

اور امام کرمانی کے نزدیک یہ فضیلت اس وقت ہے جب وہ یوم ترویہ یعنی آٹھ ذوالحجہ کے زوال سے قبل طواف وسعی کرلے ورنہ افضل یہ ہے کہ وہ بلاسعی منیٰ کو روانہ ہو جائے اور طوافِ زیارت کے بعد سعی کرے چنانچہ لکھتے ہیں:

روی الحسن عن أبی حنیفة رضی الله عنه أنه إذا أحرم بالحج یوم الترویة أو قبله إن شاء طاف و سعی قبل أن یأتی إلی منی، و هذا أفضل عندنا إلا أن یهل بعد الزوال من یوم الترویة، فحینئذ الرواح إلی منی أفضل، لأن بعد الزوال الرواح إلی منی مستحق علیه، و قد ضاق وقته، فلا یجوز الإشتغال بفعل لیس بموضع له فی ذلك الوقت بخلاف ما قبل الزوال، فإن الرواح

١٢۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، فصل فی إحرام الحاج من مكة المشرفة، ص ٢٠٧

١٣۔ المسالك المناسك: ٤٨٢/١

لم یستحق فیہ فصار کسائر الأیام (۱۴)

یعنی، حسن بن زیاد نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جب وہ آٹھ تاریخ کو یا اس سے قبل چاہے کہ منی جانے سے قبل سعی کر لے اور یہ ہمارے نزدیک افضل ہے مگر یہ کہ وہ آٹھ ذوالحجہ کو زوال کے بعد احرام باندھے تو اس وقت منی کی طرف روانگی افضل ہے (تقدیم سعی افضل نہیں) کیونکہ زوال کے بعد اس پر منی کی جانب روانگی لازم ہے اور وقت تنگ ہے، تو اس وقت ایسے کام میں مشغول ہونا جائز نہیں جس کام کی اس وقت جگہ نہیں بخلاف زوال سے قبل کے کہ اس وقت منی روانگی لازم نہیں تو دیگر تمام ایام کی مثل ہو گیا۔

امام کرمانی نے فرمایا کہ زوال کے بعد اس پر منیٰ کی جانب روانگی لازم ہے، اس سے مراد ہے کہ یہ روانگی سنّت کی ادائیگی کے لئے لازم ہے نہ کہ واجب کی ادائیگی کے لئے کیونکہ منیٰ میں قیام مسنون ہے نہ کہ واجب۔

جب کہ بعض نے تاخیر سعی کو افضل قرار دیا ہے چنانچہ ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ دوسرے قول یعنی تاخیر سعی کے افضل ہونے کے بارے میں لکھتے ہیں:

و صححہ ابن الھمام و ھو الظاھر خصوصاً للمکی فإن فیہ خلافاً للشافعی

یعنی، اسے (صاحب فتح القدیر امام کمال الدین محمد بن عبد الواحد) ابن الہمام (متوفی ۸۶۱ھ) نے صحیح قرار دیا ہے اور یہی ظاہر ہے خصوصاً مکی کے واسطے، پس اس میں امام شافعی کا خلاف ہے۔

اور ملا علی قاری دوسری صورت یعنی عدم تقدیم سعی کو ترجیح دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

و الخروج عن الخلاف لکونہ أحوط مستحب بالإجماع، فینبغی أن یکون ھو الأفضل بلا خلاف و نزاع (۱۵)

۱۴۔ المسالک فی المناسک، المجلد (۱)، القسم الأول، فصل فی بیان أنواع الأطوفہ، ص ۴۲۴

۱۵۔ المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط، فصل فی إحرام الحاج من مکۃ المشرفۃ، ص ۲۰۷

یعنی، خلاف سے نکلنا بالاجماع مستحب ہے کیونکہ وہ احوط ہے یعنی اس میں زیادہ احتیاط ہے، تو چاہیئے کہ کسی اختلاف ونزاع کے بغیر یہی افضل ہو۔

بہر حال جواز میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور منیٰ روانگی سے قبل یقیناً اس قدر بھیڑ نہیں ہوتی کہ جس قدر بھیڑ اس تاریخ کے بعد پائی جاتی ہے تو عورتوں، بوڑھوں اور بیمار ومعذور افراد کے حق میں بہتر یہی ہے کہ وہ موقع پا کر روانگی سے قبل ہی نفلی طواف کے ساتھ حج کی سعی کرلیں۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الجمعة، ۲۳ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ، ۱۱ مایو ۲۰۰۷ م (F-366)

منیٰ روانگی سے قبل حج کی سعی کرنا جائز ہے

استفتاء:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کل آپ سے تربیت حج کے بیان میں ہم نے سُنا ہے کہ احرام کے بعد منی روانہ ہونے سے قبل اگر کوئی شخص نفلی طواف کے بعد سعی کرلے تو طوافِ زیارت کے بعد سعی کی ضرورت نہیں، صرف طوافِ زیارت کرلینا کافی ہے، میں نے یہ مسئلہ اپنے بہنوئی سے اور والدہ وغیرہ سے بیان کیا تو بہنوئی کہنے لگے کہ یہ ان لوگوں نے خود بنالیا ہے، برائے مہربانی اس پر کچھ روشنی ڈالئے تاکہ اس کے لئے جواب ہوجائے۔

(السائل: ایک حاجی از لبیک حج گروپ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: مسئلہ وہی ہے جو میں نے بیان کیا اس وقت چند کُتُب کے سوا میرے پاس کوئی کتاب موجود نہیں ہے جو موجود ہیں ان کی مدد سے اس مسئلہ کو واضح کردیتا ہوں، چنانچہ فقہاءِ احناف میں سے مناسکِ حج کے ماہر فقیہ ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان حنفی متوفی ۵۹۷ھ مناسکِ حج پر اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

و إذا أراد المحرم بالحج من مكة أن يطوف و يسعى قبل أن يأتي منى، و يقدم السعي على طواف الإفاضة بعد طواف

تطوّع جاز ذلك

یعنی، اور مکہ سے حج کا احرام باندھنے والا چاہے کہ وہ منیٰ جانے سے قبل طواف وسعی کر لے اور طوافِ زیارت کی سعی (طوافِ زیارت سے پہلے) نفلی طواف کے بعد کر لے تو جائز ہے۔

منیٰ روانگی سے قبل جوازِ سعی کے تو امام شافعی بھی قائل ہیں چنانچہ علامہ کرمانی لکھتے ہیں:

و عند الشافعی رحمه الله أیضاً یجوز ذلك (١٦)

یعنی، امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی وہ جائز ہے۔

اور ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

ثم إن أراد المکی أی المکی و من بمعناه تقدیم السعی علی طواف الزیارة أی مع أن الأصل فی السعی أن یکون عقیبه، لمناسبة تأخیر الواجب عن الرکن، إلا أنه رخص تقدیمه فی الجملة بعلّة الزحمة فحینئذ یتنفل بطواف لأنه لیس للمکی و من فی حکمه طواف القدوم الذی هو سنّة للآفاقی، فیأتی المکی بطواف نفل بعد الإحرام بالحج لیصح سعیه الخ (١٧)

یعنی، پھر اگر مکی اور وہ جو مکی کے حکم میں ہے طوافِ زیارت سے قبل سعی کرنا چاہے یعنی باوجود اس کے کہ واجب کے رُکن سے مؤخر ہونے کی مناسبت سے اصل یہ ہے کہ وہ طواف کے بعد ہو، مگر عِلّت ازدحام کے سبب فی الجملہ سعی کو مقدم کرنے کی رخصت دی گئی، تو اس وقت وہ نفلی طواف کرے گا کیونکہ مکی اور جو مکی کے حکم میں ہے اس کے لئے طوافِ قدوم نہیں ہے جو کہ آفاقی کے لئے سنّت ہے، پس مکی احرام باندھنے کے بعد نفلی طواف کرے تاکہ اس کی سعی درست ہو جائے۔

١٦۔ المسالك فی المناسك، المجلد (١)، القسم الثانی فی بیان نسك الحج الخ، فصل، ص ٤٨٢

١٧۔ المسلك المتقسط فی المسنك المتوسط، فصل فی إحرام الحاج من مکة المشرفة، ص ٢٠٧

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ مناسک حج پر لکھی ہوئی اپنی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں:

ولہذا گفتہ اند کہ اگر مکی احرام حج بستہ است ومی خواہد کہ تقدیم کند سعی را قبل از طوافِ زیارت بواسطہ خوف از دحام خلق در وقت طوافِ زیارت پس باید کہ او طواف کند بطریق نفل تا صحیح افتد سعی بعد از وی زیرانکہ در حق مکی قدوم نیست پس تقدیم کند طواف نفل را بر سعی وسنّت باشد کہ رمل کند واضطباع کند درین طواف پس شروع نماید در سعی (۱۸)

یعنی، اس لئے فرمایا ہے کہ اگر مکی (اور جو مکی کے حکم میں ہے یعنی متمتع) حج کا احرام باندھ کر وہ چاہتا ہے کہ طوافِ زیارت کی سعی پہلے کر لے اس لئے کہ طوافِ زیارت کے وقت لوگوں کے ازدحام کا خوف ہے تو اسے چاہئے کہ نفلی طواف کرے تاکہ اس کے بعد اس کی سعی صحیح ہو جائے کیونکہ مکی کے حق میں طوافِ قدوم نہیں ہے، اس لئے وہ پہلے نفلی طواف کرے اس کے بعد سعی اور سنّت یہ ہے کہ اس طواف میں رمل اور اضطباع کرے، پھر سعی کرے۔

اور امام اہلسنّت امام احمد رضا متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

مفرد و قارن تو حج کی رمل و سعی سے طواف قدوم میں فارغ ہوئے، مگر متمتع نے جو طواف و سعی کئے وہ عمرے کے لئے، حج کے رمل و سعی اس سے ادا نہ ہوئے، اس (یعنی متمتع) پر طوافِ قدوم ہے نہیں کہ قارن کی طرح اس میں یہ امور کر کے فراغت پالے۔ لہٰذا اگر وہ بھی پہلے سے فارغ ہو لینا چاہے تو جب حج کا احرام باندھے گا، اس کے بعد ایک نفل طواف میں رمل و سعی کے کرے، اب اُسے طوافِ زیارت میں ان کی

۱۸۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب [illegible]

حاجت نہ ہوگی۔(۱۹)

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۱٤ ذو الحجة ۱٤۲۷ھ، ۳ ینایر ۲۰۰۷ م (F-341)

منیٰ روانگی سے قبل کی جانی والی حج کی سعی میں احرام کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ وقوفِ عرفہ سے قبل سعی کرے تو اس سے قبل نفلی طواف کرنا لازم ہوتا ہے کیونکہ سعی بغیر طواف کے مشروع نہیں تو کیا اس سعی میں احرام کا ہونا شرط ہے؟ طواف سے قبل احرام باندھنا ضروری ہے یا سعی سے فارغ ہوکر حج کا احرام باندھ سکتا ہے؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ طوافِ زیارت کی سعی اگر وقوفِ عرفہ سے قبل ہو تو اس میں بھی احرام شرط ہوگا، چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳٦۷ھ "لباب" کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

> حج کی سعی اگر وقوفِ عرفہ سے قبل کرے تو وقت سعی میں بھی احرام ہونا شرط ہے اور وقوفِ عرفہ کے بعد ہو تو سنّت یہ ہے کہ احرام کھول چکا ہو(۲۰)

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

> یوم ترویہ میں کہ آٹھویں تاریخ کا نام ہے جس نے احرام نہ باندھا باندھ لے اور ایک نفل طواف میں رمل وسعی کرے جیسا کہ اوپر گزرا(۲۱)

لہٰذا معلوم ہوا کہ اس سعی سے قبل حج کا احرام باندھنا ضروری ہے۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ۱۲ ذو الحجة ۱٤۲۷ھ، ۱ ینایر ۲۰۰۷ م (F-335)

۱۹۔ فتاویٰ رضویۃ، المجلد (٦)، انوار البشارۃ (احکامِ حج)، ص۷۰٤

حالتِ حیض میں سعی کا حکم

استفتاء:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ عورت نے طوافِ زیارت کرلیا اور اس کو ماہواری شروع ہوگئی تو کیا وہ اس حالت میں سعی کرسکتی ہے اور اگر وہ اس حال میں سعی کرلے تو اس پر کچھ لازم تو نہیں آئے گا؟

(السائل: محمد سہیل قادری از لبیک حج گروپ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ عورت اس حالت میں صفا ومروہ کی مابین سعی کرسکتی ہے اور اگر کرلے تو نہ اس پر کچھ لازم ہوگا اور نہ ہی وہ گنہگار ہوگی، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

> جائز است مر زن حائض را اداء جمیع افعال حج وعمرہ از احرام وقوف عرفات وسعی بیان الصفا والمروۃ وغیر آن الا طواف کعبہ الخ (۲۲)
>
> یعنی، عورت کو جمیع افعالِ حج وعمرہ کی ادائیگی جائز ہے جیسے احرام باندھنا، وقوف عرفات اور صفا ومروہ کے مابین سعی کرنا وغیرہا سوائے طواف کعبہ کے الخ۔

خلیفۂ امام اہلسنّت حضرت مولانا محمد سلیمان اشرف لکھتے ہیں:

> کیونکہ سعی کے لئے طہارت واجب نہیں مستحب ہے اس لئے حائض ونفساء اور جنب کو بھی سعی کی اجازت ہے، قاعدہ کلیہ طہارت وعدم طہارت کا مناسکِ حج میں یہ ہے کہ جو اعمال مسجد الحرام میں ادا ہوں گے اُن کے لئے طہارت واجب ہے اور جو اعمال مسجد الحرام سے خارج ادا کئے جائیں گے ان کے لئے طہارت مستحب ومستحسن ہے۔ (۲۳)

اور علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور جماعت علمائے ہند نے اس قاعدے کو نقل

۲۲۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب اول فصل پنجم، در کیفیت احرام زن، ص ۸۳

کیا ہے:

و الأصل أن كل عبادة تؤدى لا فی المسجد من أحكام المناسك فالطهارة ليس من شرطها كالسعي و الوقوف بعرفة و المزدلفة و رمى الجمار، و كل عبادة فی المسجد فالطهارة شرطها (٢٤)

یعنی، مناسک حج کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اگر مسجد الحرام میں اس کا ادا کرنا نہیں ہے تو پھر طہارت شرط نہیں ہے جیسے سعی اور عرفات و مزدلفہ کا وقوف اور رمی جمار، اور وہ عبادت جو مسجد میں ادا کی جائے گی اس میں طہارت شرط ہے۔

لہٰذا اسی قاعدہ کلیہ کی بناء پر جُنبی اور حیض والی عورت کی سعی جائز ہے۔ اور یاد رہے کہ مسعیٰ مسجد حرام سے خارج ہے بعض فقہاءِ احناف نے اس کی تصریح کی ہے اور اس کے علاوہ مُتون معتبرہ و شروح معتمدہ و کُتُبِ مناسک میں حالتِ حیض میں سعی کا جواز مذکور ہے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مسعیٰ مسجد حرام سے خارج ہے اور طواف کے بعد سعی کے لئے نکلنے کے آداب میں ہے کہ پہلے بایاں پاؤں رکھے کیونکہ مسجد کے آداب سے ہے کہ اس میں داخل ہوتے وقت دایاں پہلے رکھے اور نکلتے وقت بایاں چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی حنفی "لباب" میں اور ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

و يقدم رجله اليسرىٰ للخروج أى كما هو مطلق آداب الخروج من المسجد (٢٥)

یعنی، (طواف سے فارغ ہو کر سعی کو جانے کے لئے) نکلنے کے واسطے بایاں پاؤں پہلے رکھے گا جیسا کہ یہ مطلقاً مسجد سے نکلنے کے آداب میں سے ہے۔

٢٤۔ الفتاویٰ، المجلد (١)، كتاب المناسك، الباب الخامس فی كيفية أداء الحج، ص ٢٢٧

اس سے بھی ثابت ہے کہ مسعیٰ مسجد سے خارج ہے اور مسجد حرام سے مسعیٰ کا اتصال، مسجد ہونے کی دلیل نہیں ہے۔

والله تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الثلاثاء، ۱۳ ذو الحجة ۱٤۲۷ھ، ۲ ینایر ۲۰۰۷م (F-337)

حج کی سعی میں تاخیر کا حکم

استفتاء:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی شخص نے تمتع کیا جس میں طوافِ زیارت کے بعد سعی نہ کی اور نہ ہی اس نے یہ سعی پہلے کی تھی اور طوافِ زیارت کے ایام ختم ہو گے اب اس کے لئے کیا حکم ہے؟

(السائل: محمد عرفان ضیائی)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اسے چاہئے کہ وہ جب تک مکہ مکرمہ ہے تو سعی کرلے اور اس پر کچھ لازم نہ ہوگا کیونکہ سعی غیر موقّت ہے، چنانچہ امام ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان الکرمانی الحنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

لأن السعي غير مؤقت (۲٦)

یعنی، کیونکہ سعی غیر موقّت ہے۔

اور اسعد محمد سعید الصاغرجی "درمختار و رد المحتار" کی تلخیص میں لکھتے ہیں:

لأن السعي غير مؤقت بل الشرط أن يأتي به بعد الطواف و قد وجد (۲۷)

یعنی، کیونکہ سعی غیر موقّت ہے بلکہ شرط یہ ہے کہ سعی طواف کے بعد پائی جائے وہ پائی گئی۔

صحتِ سعی کی ایک شرط اس کا طواف کے بعد پایا جانا ذکر کیا گیا اور طواف چاہے فرض

۲٦۔ المسالك في المناسك، المجلد (۱)، القسم الثاني، فصل في الترتيب فيه (أي في السعي)، ص ٤٧٣

ہو یا نفل، طواف کے بعد سعی کی گئی تو درست ہو جائے گی، فرق صرف یہ ہے کہ حج سے قبل کرے گا تو احرام میں نفل طواف کے بعد کرے گا اور اگر وقوف کے بعد کرے گا تو طوافِ زیارت کے بعد کرے گا تو احرام ہونا شرط نہ ہوگا، دس ذی الحجہ کو حلق کے بعد کرے گا تو بغیر احرام میں کرے گا اور حلق سے قبل کیا تو طوافِ زیارت کی طرح سعی بھی احرام میں کرے گا، اس لئے نہیں کہ احرام اس طواف و سعی کے لئے شرط ہے بلکہ اس لئے کہ حلق یا تقصیر سے قبل اُسے سلے ہوئے کپڑے جائز نہیں۔

اور پھر صورت مسئولہ میں حج کی کوئی پابندی بھی اس کے ساتھ متعلق نہیں اس لئے کہ سوائے جماع کے ساری پابندیاں تو حلق یا قصر سے اُٹھ گئیں باقی رہی تھی آخری پابندی وہ طوافِ زیارت کے ساتھ معلّق تھی، وہ بھی اس نے کرلیا تو اب تو اس پر کوئی پابندی باقی نہ رہی اور سعی میں تأخیر کی کہ بارہ (۱۲) ذوالحجہ کا آفتاب غروب ہو گیا یعنی طوافِ زیارت کا واجب وقت گزر گیا اس کے بعد سعی کی تو اس پر کچھ لازم نہیں ہوگا۔ چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی لکھتے ہیں:

لو أخر السعی عن أیام النحر ، و لو شهورًا لا شئ علیه

یعنی، اگر سعی میں قربانی کے دنوں سے (یعنی ۱۰، ۱۱، ۱۲ کے غروب آفتاب سے) سے مؤخر کیا، اگرچہ کئی ماہ (اس میں تاخیر کی) تو اس پر کچھ (لازم) نہیں۔

اس کے تحت ملا علی القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

إلا أنه یکره له (۲۸)

یعنی، سعی کو ایام نحر سے مؤخّر کرنا مکروہ ہے۔

اور یہاں کراہت سے مراد کراہت تنزیہی ہو گی کیونکہ کراہت تحریمی ہوتی تو کوئی جرمانہ لازم آ سکتا تھا حالانکہ کوئی جرمانہ لازم نہیں ہوا اور اگر کوئی شخص سعی چھوڑ کر آ جاتا ہے تو دَم دے دے کہ اس کا تدارک ہو جائے اور اگر دَم نہیں دیتا واپس جا کر وہ اسے ادا کرتا ہے اگرچہ کئی ماہ بعد تو بھی سعی ادا ہو جائے گی اور اس پر کچھ لازم نہیں آئے گا جیسا کہ فقہاء کرام

نے اس کی تصریح کی ہے اگرچہ تاخیر شرعاً ناپسندیدہ ہے۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۸شوال المکرم ۱۴۲۷ھ، ۱نوفمبر ۲۰۰۶م (F-231)

حج کی سعی کیے بغیر وطن واپسی کا حکم

استفتاء:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی شخص نے حج کیا اور اس نے حج کی سعی چھوڑ دی اور وطن واپس آگیا، اب اس کے حج کا کیا حکم ہے؟

(السائل: ظفر، کھارادر، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اس کا حج تو ہوگیا اور سعی چونکہ واجباتِ حج سے تھی جس کے ترک پر دم لازم ہوگا چنانچہ علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں:

و من ترك السعی بین الصفا و المروة، فعلیه دم و حجّه تام کذا فی "القدوری" (۲۹)

یعنی، جس نے صفا ومروہ کے مابین سعی کو چھوڑ دیا تو اس پر دم لازم ہے اور اس کا حج تام ہے، اسی طرح "قدوری" میں ہے۔

اور دم سرزمین حرم پر دینا ضروری ہے لہٰذا اُسے چاہئے کہ خود نہ جاسکے تو کسی عمرہ یا حج کے لئے جانے والے کو رقم دے کر اپنا وکیل بنادے کہ حدودِ حرم میں وہ اس کی طرف سے دم کا جانور ذبح کردے۔ اور اُسے چاہئے کہ توبہ بھی کرے کہ ترکِ واجب گناہ ہے۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم السبت، ۲ جمادی الأولیٰ ۱۴۲۸ھ، ۱۹ مایو ۲۰۰۷م (F-376)

۲۹۔ الفتاویٰ الهندیة، المجلد (۱)، کتاب الحج، الباب الثامن فی الجنایات، الفصل الخامس فی

حج کی چھوڑی ہوئی سعی دوسرے سفر میں ادا کرنے پر دَم ساقط ہوگا یا نہیں؟

استفتاء:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر حاجی طوافِ زیارت کے بعد سعی کی ادائیگی میں دیر کر دے یہاں تک کہ ایام نحر (قربانی کے دن) گزر جائیں تو اس پر کیا لازم ہوگا اور کون سی چیز اس پر حرام رہے گی اور اگر وہ سعی کئے بغیر وطن واپس ہو گیا تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟ اور اگر وطن سے دوسرے سفر حج یا عمرہ میں آکر چھوڑی ہوئی سعی کر لے تو دَم ساقط ہوگا یا نہیں؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اس پر کوئی پابندی نہیں کیونکہ حج میں دو اِحلال ہیں ایک حلق یا تقصیر ہے، دوسرا طوافِ زیارت، پہلے سے ہر شے حلال ہو جاتی ہے سوائے بیوی کے ساتھ جماع اور دواعی جماع کے اور دوسرے سے یہ بھی حلال ہو جاتا ہے، چنانچہ ملا علی القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

إذفي الحجّ إحلالين: أن إحلال بالحلق، و يحلّ به كلّ شئ إلاّ النّساء، وإحلالاً بطواف الزيارة، ويحلّ به النّساء أيضاً (۳۰)

یعنی، کیونکہ حج میں دو اِحلال ہیں، احلال بالحلق اور اس سے ہر شے حلال ہو جاتی ہے سوائے عورت کے اور دوسرا طوافِ زیارت سے اِحلال اور اس سے عورت بھی حلال ہو جاتی ہے۔

اور علماء کرام نے تصریح کی ہے کہ حاجی اگر حلق کے بعد طوافِ زیارت کر کے فارغ ہو اور اس نے بیوی سے جماع کیا پھر سعی تو اس پر کچھ لازم نہیں آئے گا۔ چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

لو طاف لحجته و واقع النساء ثم سعى بعد ذلك أجزأه (۳۱)

یعنی، اگر اپنے حج کے لئے طواف کیا اور بیویوں سے جماع کیا پھر اس کے بعد سعی کی تو اسے جائز ہوا۔

اور امام ابو منصور بن مکرم بن شعبان الکرمانی الحنفی لکھتے ہیں:

و لو سعى بعد ما حلّ من حجّته و واقع النساء أجزاه، لأن السعي غير مؤقت فشرطه أن يوجد بعد الطواف و قد وُجِد (٣٢)

یعنی، اگر حج سے (طوافِ زیارت کر کے) فارغ ہوا اور بیویوں سے جماع کیا پھر سعی کی تو اسے جائز ہے کیونکہ سعی غیر مؤقّت ہے پس اس کی شرط یہ ہے طواف کے بعد ہو اور وہ پائی گئی (یعنی سعی کا طواف کے بعد ہونا پایا گیا)۔

جماع کے جواز کی وجہ یہ ہے کہ اس پر احلال موقوف نہیں ہے چنانچہ ملا علی قاری لکھتے ہیں:

و أما السعي عندنا من الواجبات فلا يتوقّف الإحلال عليه (٣٣)

یعنی، مگر سعی ہمارے نزدیک واجبات سے ہے تو اِحلال اس پر موقوف نہیں۔

اور علامہ رحمت اللہ بن عبد اللہ سندھی لکھتے ہیں:

لو أخّر السعي عن أيام النحر، و لو شهوراً لا شئ عليه (٣٤)

یعنی، اگر سعی کو قربانی کے دنوں (یعنی ۱۰، ۱۱ اور ۱۲ تاریخ کے غروبِ آفتاب) سے مؤخر کیا، اگرچہ کئی ماہ (اس میں تاخیر کی) تو اس پر کچھ (لازم) نہیں۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس پر کوئی پابندی باقی نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس تأخیر کی وجہ سے اس پر کچھ لازم آیا کیونکہ سعی مؤقّت نہیں ہے اس کی شرط یہی ہے کہ طواف کے بعد ہو جیسا کہ مندرجہ بالا عبارت فقہاء سے ثابت ہے اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی

٣٢۔ المسالك في المناسك، المجلد (١) القسم الثاني في بيان نسك الحج من فرائضه و سننه الخ، فصل في الترتيب فيه (أي في السعي)، ص ٤٧٣

٣٣۔ المسلك المتقسّط إلى المنسك المتوسّط، باب طواف الزيارة، ص ٢٥٦

٣٤۔ لُباب المناسك، باب طواف الزيارة

۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

فالسعی و إن جاز تأخیره عن أيام النحر و التشريق الخ (۳۵)

یعنی، سعی اگر چہ یوم نحر اور ایام تشریق سے اس کی تأخیر جائز ہے الخ۔

ہاں اگر اس نے سعی کو ترک کر دیا اور وطن چلا گیا تو ترکِ سعی کی وجہ سے اس پر دم لازم ہوگا، کیونکہ سعی حج کے واجبات میں سے ہے اور ترک واجب کی وجہ سے دم لازم ہوگا۔

اور ایسا واجب جو مؤقّت نہ ہو اس کے ترک کا تحقّق خروجِ مکہ کے ساتھ ہوتا ہے جیسا کہ علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۰۸ھ نے "تنویر الأبصار" کی عبارت کہ "طوافِ صدر کے ترک پر دم لازم ہے" کے تحت لکھا ہے:

و لا يتحقق الترك إلا بالخروج من مكة (۳۶)

یعنی، ترک متحقّق نہیں ہوتا مگر مکہ مکرمہ سے نکلنے سے۔ (یعنی مکہ مکرمہ سے نکلے گا تو ترک متحقق ہو جائے گا)

کیونکہ جب تک وہ مکہ میں ہے اس وقت تک اُس سے اِس کا مطالبہ نہیں ہے، چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

لأنه ما دام فيها لم يطالب به ما لم يرد السفر (۳۷)

یعنی، کیونکہ جب تک مکہ میں ہے اس سے اس کا مطالبہ نہیں کیا جاتا جب تک وہ سفر کا ارادہ نہ کرے۔

اور اگر وہ سفر کا ارادہ کر لیتا ہے تو اب اس سے شرعاً مطالبہ ہے کہ وہ طوافِ صدر کرے جب نہیں کرتا اور چلا جاتا ہے تو ترک متحقّق ہو جاتا ہے اور پھر اگر اس واجب کے ترک پر لازم آنے والا دَم نہیں دیتا بلکہ آکر ادا کرتا ہے چاہے کتنا عرصہ بعد ہی آئے تو اُس پر کچھ لازم نہیں آتا چنانچہ علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں:

۳۵۔ رد المحتار على الدر المختار، المجلد (۲)، كتاب الحج، باب الجنايات، مطلب: لا يجب الضمان الخ، ص۵۷۹

۳۶۔ الدر مختار، كتاب الحج، باب الجنايات، ص۵۵۳

۳۷۔ رد المحتار على الدر المختار: ۵۵۳/۲

أشار بالترك إلى أنه لو أتى بما تركه فإنه لا يلزمه شيئ مطلقاً لأنه ليس بمؤقت (۳۸)

یعنی، مصنّف نے ترک فرما کر اس طرح اشارہ کیا کہ اگر وہ اسے ادا کر لیتا ہے جسے اس نے ترک کر دیا تو اس پر مطلقاً کچھ لازم نہ ہوگا کیونکہ وہ (یعنی طوافِ صدر) مؤقّت نہیں ہے۔

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی صاحب بحر کی مندرجہ بالا عبارت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

أي ليس له وقت يفوت بفوته (۳۹)

یعنی، اس کے لئے کوئی وقت (مقرر) نہیں ہے کہ جس کے فوت ہونے سے طوافِ صدر فوت ہو جائے۔

اسی طرح سعی بھی حج کے واجبات سے ہے اور غیر مؤقّت ہے یعنی اس کے لئے بھی کوئی وقت مقرر نہیں ہے جیسا کہ پہلے گزرا، اس لئے تاخیر پر کوئی چیز لازم نہیں آتی اور جب تک واپسی کا ارادہ نہ کرے اس سے سعی کا مطالبہ نہیں پھر اگر سعی کئے بغیر چلا جائے تو ترکِ سعی متحقّق ہو جاتا ہے اب اس کی دو صورتیں ہیں یا تو لوٹ آئے اور سعی کرے تو اس صورت میں یہ واجب اس کے ذمے سے ساقط ہو جائے گا اگر نہ لوٹا تو دم دینا ہوگا پھر لوٹنے کی دو صورتیں ہیں اگر حدودِ میقات کے اندر سے لوٹا تو بلا احرام آ سکتا ہے اور اگر میقات سے باہر نکل گیا پھر لوٹا تو حرم میں داخل ہونے کے لئے احرام باندھ کر آنا ہوگا اگر عمرے کا احرام باندھ کر آیا ہے تو پہلے عمرہ مکمل کرے گا پھر وہ سعی کرے گا جسے چھوڑ گیا تھا اور اگر حج کا احرام باندھ کر آتا ہے پھر حجِ تمتع ہے یا حجِ افراد یا حجِ قران، اگر تمتع ہے اور ہدی ساتھ نہیں لایا تو عمرہ کے افعال سے فارغ ہو کر چھوڑی ہوئی سعی کرے اگر حج تمتع ہے اور ہدی لایا ہے یا حج قران ہے عمرہ کے بعد احرام کے ساتھ ہی سعی کرے گا اور اگر حجِ افراد ہے تو طوافِ قدوم کے بعد سعی کرے گا، چنانچہ صاحب فتح

۳۸۔ البحر الرائق شرح كنز الدقائق، المجلد (۳)، كتاب الحج، باب الجنايات، ص ۲۱

۳۹۔ رد المحتار على الدر المحتار: ۲/ ۵۵۳

القدیر کے شاگرد (کما فی منحة الخالق للشامی) علامہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں:

و لو ترك السعی و رجع إلی أهله فأراد العود یعود بإحرام جدید و إذا أعاد سقط الدم (۴۰)

یعنی، اگر سعی کو چھوڑ دیا اور اپنے اہل کی طرف لوٹا (یعنی میقات سے نکل گیا۔ مناسک ملا علی قاری) پھر مکہ لوٹنے کا ارادہ کیا تو نئے احرام کے ساتھ لوٹے گا (یعنی حرم میں داخل ہونے کے لئے۔ مناسک ملا علی قاری) پس جب اس نے (چھوڑی ہوئی سعی) کا اعادہ کرلیا تو دَم ساقط ہوگا۔

اس کے تحت ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

و قدم تقدّم أنه إذا عاد بإحرام جدید فإن کان بعمرة فیأتی أولاً بأفعال العمرة، ثم یسعی، وإن کان بحج فیطوف أولاً طواف القدوم ثم یسعی بعده (۴۱)

یعنی، پہلے بیان ہوا کہ وہ نئے احرام کے ساتھ لوٹے گا پس اگر عمرے کا احرام ہے تو پہلے عمرے کے افعال ادا کرے پھر سعی کرے گا اور اگر حج کا احرام ہے تو پہلے طوافِ قدوم کرے پھر اس کے بعد سعی کرے۔

اب یہ مسئلہ کہ سعی چھوڑ کر وطن چلے جانے کے بعد واپس آ کر سعی ادا کر کے دَم ساقط کروانا افضل ہے یا اس صورت میں دَم دے دینا افضل ہے پھر چاہے واپس آئے یا نہ آئے تو فقہاء کرام نے فرمایا ہے ایسی صورت میں دَم دے دینا افضل ہے، چنانچہ ''کتاب الأصل'' میں امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ لکھتے ہیں:

و الدم أحب إلیّ من الرجوع (۴۲)

یعنی، میرے نزدیک لوٹنے سے دم دے دینا زیادہ پسندیدہ ہے۔

۴۰۔ لباب المناسك، باب الجنایات، فصل فی الجنایة فی السعی

۴۱۔ المسلك المتقسّط إلی المناسك المتوسط، باب الجنایات، فصل فی الجنایة فی السعی، ص ۳۹۳

۴۲۔ المبسوط، المجلد (۲)، کتاب المناسك، باب السعی بین الصفا و المروة، ص ۳۴۲

ملا علی قاری نے امام محمد علیہ الرحمہ کی مندرجہ عبارت نقل کرنے کے بعد لکھا:

لأن فيه منفعة الفقراء، قلتُ: و محنة الأغنياء (٤٣)

یعنی، اس میں فقراء کا فائدہ ہے اور (ملا علی قاری فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں مالداروں کے لئے آزمائش ہے۔

والله تعالى أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۸ شوال المکرم ۱۴۲۷ھ، ۱ نوفمبر ۲۰۰۶ م (233-F)

حج کی سعی نہیں کی تو حاجی پر کوئی پابندی باقی رہے گی؟

استفتاء:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی شخص نے طوافِ زیارت کے بعد سعی میں تاخیر کی تو اس پر کوئی پابندی رہے گی یا نہیں؟

(السائل: عرفان ضیائی، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: اس شخص پر احرام کی کوئی پابندی نہیں رہے گی کیونکہ سوائے بیوی کے حلال ہونے کے باقی ساری پابندیاں حلق یا تقصیر سے ختم ہوگئیں، باقی رہی یہ آخری پابندی وہ بھی طوافِ زیارت سے ختم ہوگئی۔ اسی لئے اگر کوئی شخص طوافِ زیارت کے بعد سعی سے قبل اپنی بیوی سے جماع کرلے تو اس پر کچھ لازم نہیں آتا، چنانچہ امام ابو منصور محمد بن مکرم کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

و لو سعى بعد ما حلّ من حجّته و واقع النساء أجزأه

یعنی، اگر کسی شخص نے اپنے حج سے (طوافِ زیارت کرکے) فارغ ہونے اور بیویوں سے جماع کرنے کے بعد سعی کی تو اُسے جائز ہے۔

کیونکہ سعی کے لئے کوئی وقت متعین نہیں، چنانچہ امام کرمانی لکھتے ہیں:

۴۳۔ المسلك المتقسّط إلى المنسك المتوسط، ص ۲۹۳

لأن السعی غیر مؤقّت فشرطه أن یو جد بعد الطّواف و قد وُجِد (٤٤)

یعنی، کیونکہ سعی غیر مؤقت ہے پس اس کی شرط یہ ہے کہ وہ طواف کے بعد پائی جائے اور وہ پائی گئی۔

والله تعالی أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ٢٥شوال المکرم ١٤٢٧ ھ، ١٧نوفمبر ٢٠٠٦م (F-249)

٤٤۔ المسالك فی المناسك، المجلد (١)، فصل: الترتیب منه، ص٤٧٣

مناسکِ منیٰ

آٹھ ذوالحجہ کو منیٰ جانا اور نو کی رات منیٰ میں گزارنا

استفتاء:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نو ذوالحجہ کی رات منیٰ میں گزارنا کیا ہے اور اسی طرح آٹھ کے دن کو منیٰ میں جانا کیا ہے اور جو حاجی اس رات کو منیٰ میں نہ گزارے تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: نو ذوالحجہ کی رات منیٰ میں بسر کرنا سنّت ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و إن بات بمكة تلك الليلة جاز و أساء (٤٥)

یعنی، ۹ ذوالحجہ کی رات اگر مکہ میں بسر کی تو جائز ہے اور اس نے اسائت کی (یعنی بُرا کیا)۔

اس کے تحت ملا علی القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

أی ترك السنّة على القول بها فقال الفارسی تبعاً كما فی "المحيط" المبيت بها سنّة (٤٦)

یعنی، سنّت کے قول کی بنا پر ترک سنّت کی وجہ سے اسائت لازم آئی ہے، علامہ فارسی نے "محیط" کی اتباع میں فرمایا: منیٰ میں (نو ذوالحجہ کی) رات بسر کرنا سنّت ہے۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

٤٥۔ لباب المناسك، باب خطبة يوم السابع، فصل فی الرواح

٤٦۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب خطبة يوم السابع من ذی الحجة، فصل: فی الرواح، ص ٢٠٨

المبیت بها فإنه سنّة کما فی "المحیط" (٤٧)

یعنی، (نو تاریخ کی) رات منیٰ میں بسر کرنا تو وہ سنّت ہے جیسا کہ "محیط" میں ہے۔

اور اگر کسی نے یہ رات منیٰ میں بسر نہ کی پھر چاہے وہ یہ رات مکہ میں رہا ہو یا عرفات میں یا کسی اور جگہ، اس نے سنّت کے خلاف کر کے بُرا کیا، چنانچہ امام ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

و إن بات بمکة لیلة عرفة و صلی بها الفجر، ثم غدا منها إلی عرفات و مرّ علی منیٰ جاز ذلک، و لکنه مسیٔ فیه، لأن الرواح إلی منیٰ یوم الترویة سنّة و ترك السنّة مکروه إلا للضرورة، ملخصاً (٤٨)

یعنی، اور اگر عرفہ کی رات مکہ میں بسر کی اور نماز فجر وہیں ادا کی پھر وہاں سے عرفات روانہ ہوا اور منیٰ سے گزرا تو اُسے وہ جائز ہوا لیکن وہ اس میں اساءت (بُرا) کرنے والا ہوا، کیونکہ آٹھ ذوالحجہ کو منیٰ جانا سنّت ہے اور ترکِ سنّت مکروہ ہے مگر یہ کہ کسی شرعی ضرورت کی وجہ سے ہو۔ (تو مکروہ نہیں)

اور علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۰ھ لکھتے ہیں:

و إن بات بمکة تلك اللیلة جاز و أساء (٤٩)

یعنی، اگر وہ رات مکہ میں بسر کی تو جائز ہوا اور اس نے بُرا کیا۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

٤٧۔ رد المحتار علی الدر المختار، المجلد (٢)، کتاب الحج، فصل فی الإحرام، مطلب: فی الرواح إلی عرفات، ص ٥٠٢

٤٨۔ المسالك فی المناسك، فصل فی الرواح من مکة إلیٰ منیٰ، ص ٤٨٧

٤٩۔ لُباب المناسك، باب خطبة یوم السابع، فصل فی الرواح

بودن شب عرفہ در منیٰ سنت است، پس اگر توقف نمود شب عرفہ در مکہ یا در عرفات یا در جائے دیگر اساءت کردہ باشد بسبب ترک سنت (۵۰)

یعنی، عرفہ کی رات کو منیٰ میں ہونا سنّت ہے پس اگر شبِ عرفہ مکہ میں ٹھہرا رہا یا عرفات میں یا کسی اور جگہ تو اس نے ترکِ سنّت کے سبب اسائت کی۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

اگر عرفہ کی رات مکہ میں گزاری اور نویں کو فجر پڑھ کر منیٰ سے ہوتا ہوا عرفات میں پہنچا تو حج ہو جائے گا مگر بُرا کیا کہ سنّت کو ترک کیا۔(۵۱)

اسی طرح وہ شخص جو رات منیٰ میں تو تھا مگر طلوعِ آفتاب سے قبل عرفات کو نکلا اس نے بھی بُرا کیا، چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی لکھتے ہیں:

یوہیں اگر رات منیٰ میں گزاری مگر صبح صادق ہونے سے پہلے یا نماز فجر سے پہلے یا آفتاب نکلنے سے پہلے عرفات چلا گیا تو بُرا کیا۔(۵۲)

اور آٹھ تاریخ دن میں منیٰ کو نکلنا سنّت ہے اور اس کا تارک سنّت کا تارک ہے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

خروج کردن از مکہ بسوی منیٰ در روز ترویہ سنّت است پس اگر خروج نہ کرد دران روز اساءت کردہ باشد بواسطہ مخالفت سنّت مگر آن کہ بعذرے باشد۔(۵۳)

یعنی، آٹھ ذوالحجہ کو مکہ سے منیٰ کی جانب نکلنا سنّت ہے پس اگر اس روز نہ نکلا تو بُرا کیا، اس وجہ سے کہ اس نے سنّت کی مخالفت کی مگر یہ کہ اس کا نہ نکلنا کسی عذر (شرعی) کی وجہ سے ہو۔

اور دن میں بھی سورج نکلنے کے بعد منیٰ کو روانہ ہونا افضل ہے اور اگر کوئی طلوعِ آفتاب

۵۰۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب پنجم، فصل چہارم، ص ۱۷۱

۵۱۔ بہارِ شریعت، حصہ (۶)، حج کا بیان، منیٰ کی روانگی اور عرفہ کا وقوف، ص ۶۷

۵۲۔ بہارِ شریعت، حصہ (۶) ص

سے قبل گیا تو بھی جائز ہے اسی طرح زوال کے بعد بھی جائز ہے کیونکہ ظہر کی نماز وہاں پڑھنی ہے، چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی لکھتے ہیں:

> (۸ ذی الحج) جب آفتاب نکل آئے منیٰ کو چلو، اگر آفتاب نکلنے کے پہلے ہی چلا گیا جب بھی جائز ہے، مگر بعد میں بہتر ہے، اور زوال کے بعد بھی جا سکتا ہے مگر ظہر کی نماز منیٰ میں پڑھے، نیز آگے لکھتے ہیں کہ آج ظہر سے نویں کی صبح تک پانچ نمازیں یہاں (منیٰ میں) پڑھو، یہاں رات کو ٹھہرو۔ (۵۴)

اور دیکھا گیا ہے کہ اکثر معلّم رات کو ہی حجاج کرام کو منیٰ سے عرفات پہنچا دیتے ہیں اور گروپ والے بھی یہی چاہتے ہیں کہ اُن کے حاجی رات کو ہی عرفات پہنچ جائیں تاکہ دن میں ٹریفک جام ہونے کے باعث اُن کے حاجی پریشان نہ ہوں اور یہ حقیقت ہے کہ جو گاڑیاں نو تاریخ کو دیر سے نکلتی ہیں وہ اکثر راستے میں پھنس جاتی ہیں۔ تو ان لوگوں کو چاہئے کہ اپنے معلّم کو مجبور کریں کہ علی الصبح اُن کو گاڑی فراہم کرے تاکہ ترکِ سنّت بھی نہ ہو اور بھیڑ میں پھنسنے کا اندیشہ بھی نہ رہے، اگرچہ افضل یہ ہے کہ طلوعِ آفتاب کے بعد عرفات کو روانہ ہو۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الثلثاء، ٦ ذی القعدة ١٤٢٧ھ، ٢٨ نوفمبر ٢٠٠٦م (262-F)

گیارہ اور بارہ ذوالحج کی راتیں منیٰ میں گزارنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ گیارہ اور بارہ ذوالحجہ کی راتوں میں کوئی حاجی ایک پہر کے لئے بھی منیٰ نہ آئے تو کیا اس پر کچھ واجب ہوگا؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: ایام رمی کی راتیں منیٰ میں گزارنا سنّت ہے، چنانچہ اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

"ثُمَّ رَجَعَ إِلٰى مِنًى فَمَكَثَ بِهَا لَيَالِيَ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ" رواہ أبو داؤد

فی المناسك، باب فی رمی الجمار، و أحمد فی "مسنده" (۹۰/٦)، و أبو یعلی فی "مسنده" و ابن حبان فی "صحیحه" و الدار قطنی فی "سننه" و الحاکم فی "المستدرك"

یعنی، (طوافِ زیارت کی ادائیگی کے بعد) نبی ﷺ پھر مکہ مکرمہ سے منیٰ تشریف لائے اور ایامِ تشریق کی راتیں وہیں گزاریں۔

اور امام ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

لماروی: "اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ بَاتَ بِمِنیً لَیَالِی الرَّمْیِ" وهذه البیتوتة سنّةً عندنا (۵۵)

یعنی، اس لئے کہ مروی ہے: ''بے شک نبی ﷺ نے رمی کی راتیں منیٰ میں گزاریں'' اور یہ راتیں (منیٰ میں) گزارنا ہمارے نزدیک سنّت ہے۔

اور علامہ رحمت اللہ بن عبد اللہ سندھی لکھتے ہیں:

و السنّة أن یبیت بمنی لیالی أیام الرمی (٥٦)

یعنی، سنّت یہ ہے کہ حاجی ایام رمی کی راتیں منیٰ میں گزارے۔

اور ملا علی القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

لأن البیتوتة بمنی لیالیها سنّة عندنا (۵۷)

یعنی، کیونکہ یہ راتیں منیٰ میں گزارنا ہمارے نزدیک سنّت ہے۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

دسویں، گیارہویں، بارہویں کی راتیں منیٰ میں بسر کرنا سنّت ہے۔ (۵۸)

۵۵۔ المسالك فی المناسك، المجلد (۱)، فصل فی دخول مکة بطواف الزیارة، ص۵۹۳

٥٦۔ لباب المناسك، باب طواف الزیارة، فصل إذا فرغ من الطواف

۵۷۔ المسلك المتقسّط، باب طواف الزیارة، فصل إذا فرغ من الطواف، ص ۲٦۰

۵۸۔ بہارِ شریعت، حصہ (٦)، حج کا بیان، طواف فرض، ص ۸۷

لہٰذا جو شخص ان راتوں میں ایک پہر کو بھی منیٰ نہ آئے وہ تارکِ سنّت ہوگا اور اس کا یہ فعل مکروہ ہوگا، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی "لبـاب" میں اور ملا علی قاری اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

"و لو بات" أكثر ليلها في غير منى "كره" أي تنزيهاً، "و لا يلزمه الشئ" أي عندنا (۵۹)

یعنی، اگر اس نے یہ راتیں منیٰ کے علاوہ اور جگہ گزاریں تو مکروہ تنزیہی ہوگا اور ہمارے نزدیک اُسے کچھ لازم نہ ہوگا۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

فيبيت بها للرمی أی ليالی أيام الرمی، هو السنّة، فلو بات بغيره كره، و لا يلزمه شئ (۶۰)

یعنی، حاجی رمی کے لئے ایامِ رمی کی راتیں منیٰ میں گزارے گا یہ سنّت ہے، پس اگر اس نے منیٰ کے علاوہ کسی اور جگہ راتیں گزاریں تو مکروہ نہ ہوگا اور اس پر کچھ لازم نہ ہوگا۔

اور کچھ لازم نہ ہونا اس لئے ہے کہ رمی کی راتیں منیٰ میں بسر کرنا واجب نہیں، چنانچہ علامہ مظفر الدین ابن الساعاتی متوفی ۶۹۴ھ لکھتے ہیں:

و لا نوجب المبيت فی هذه الليالی بمنیً و يكره تركه (و قال ابن ملك فی شرحه: أی ليالی الرمی، وهی ليلة الحادی عشر، و الثانی عشر، و الثالث عشر) (۶۱)

یعنی، ہم ان راتوں کو منیٰ میں بسر کرنا واجب نہیں کرتے (شارح ابن

۵۹۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، ص ۲۶۰

۶۰۔ رد المحتار علی الدر المختار، المجلد (۲)، كتاب الحج، مطلب: فی حكم صلاة العيد و الجمعة فی منیً، ص ۵۲۰

۶۱۔ مجمع البحرين، فصل فی صفة أفعال الحج، ص ۲۳۱

ملک نے فرمایا: یعنی وہ راتیں یہ ہیں: گیارہ، بارہ اور تیرہ کی رات) اور اس کا ترک مکروہ ہے۔

اور شارح ابن ملک نے منیٰ میں بسر ہونے والی راتوں میں تیرہ کی رات بھی ذکر کی ہے تو تیرہ کی رات منیٰ میں بسر کرنا اس شخص کے حق میں مسنون ہوگا جسے ۱۲ تاریخ کا سورج منیٰ میں ہی غروب ہو جائے اور کراہت سے مراد ظاہر ہے کہ تنزیہی ہے نہ کہ تحریمی کہ وہ واجب کے مقابل ہوتی ہے جب کہ منیٰ میں رات کا قیام ہمارے نزدیک سرے سے واجب ہی نہیں بلکہ مسنون ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الثلثاء، ٦ ذی القعدة ١٤٢٧ھ، ٢٨ نوفمبر ٢٠٠٦م (263-F)

گیارہ اور بارہ تاریخ کو رمی کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ گیارہ اور بارہ کو رمی زوال سے قبل کرنا شرعاً کیسا ہے؟ اگر کوئی شخص زوال سے قبل رمی کر لے تو وہ رمی شمار ہوگی یا نہیں اگر نہیں تو کیا اس پر اس سے مشروع وقت میں اعادہ لازم ہوگا اور بعض حنفی علماء کرام زوال سے قبل رمی کو جائز قرار دیتے ہیں ان کے قول کا اعتبار ہوگا یا نہیں؟

(السائل: محمد عرفان ضیائی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: گیارہ اور بارہ ذوالحجہ کی رمی کا وقت زوال کے بعد شروع ہوتا ہے اور صحیح، ومشہور قول کے مطابق اس سے قبل رمی کی تو درست نہ ہوگی، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

وقت صحت برائے رمی جمرات ثلاثہ در روز ثانی وثالث از ایام نحر را ابتداء آن بعد از زوال است پس جائز نیفتد رمی قبل از وی درین ہر دو روز بر قول صحیح مشہور و ہو مختار صاحب "الھدایة"، و"قاضی خان"، و

"الکافی" و"البدائع" وغیرہم، ورزدروایتی آمدہ کہ جائز است رمی درین دوروز قبل از زوال نزدأبی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی، اگرچہ افضل بعد الزوال است ولیکن ظاہر الروایۃ قول اول است۔(۳۵۳)

یعنی، ایام نحر کے دوسرے اور تیسرے روز رمی جمرات کے درست ہونے کے وقت کی ابتداء زوال کے بعد ہے، پس ان دونوں دنوں میں زوال سے قبل رمی صحیح مشہور قول کے مطابق جائز نہ ہوگی اور یہی قول صاحبِ "ھدایہ"، "قاضی خان"، صاحبِ "کافی"، اور صاحبِ "بدائع" و غیرھم کا مختار ہے۔ اور ایک روایت (جو کہ غیر ظاہر الروایت ہے) میں آتا ہے کہ ان دونوں دِنوں میں زوالِ آفتاب سے قبل رمی امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کے نزدیک جائز ہے، اگرچہ افضل رمی بعد الزوال ہے، لیکن ظاہر الروایت پہلا قول ہے (جو کہ عدم جواز کا قول ہے)۔

اور "حیاۃ القلوب" کے حاشیہ میں ہے:

و احترز فی "المحیط" بقولہ: "فی ظاھر الروایۃ" عمّا ذکرہ الحاکم فی "المنتقیٰ" عن الإمام أنہ لو أراد النفر فی الیوم الثالث قبل الزوال جاز لہ أن یرمی، کذا فی "المبسوط" و کثیر من المعتبرات، وھی روایۃ عن أبی یوسف، کذا فی "شرح الطحاوی" و علی ھذہ الروایۃ عمل الناس الیوم، و فیھا رحمۃ الراحۃ من الزحمۃ (ضیاء الأبصار حاشیۃ لنسک الدر المختار، شیخ محمد طاھر سنبل المکی علیہ الرحمہ)۔ صحیح آنست کہ مصنّف قدس اللہ سرہ نوشت قول ثانی ضعیف و مرجوح است۔ در "غنیۃ الناسک" مصنّفہ سید حسن شاہ مہاجر مکی می نویسد: فلا

۶۲۔ حیاۃ القلوب، باب دھم، فصل چھارم دربیان وقت رمی جمار، ص۲۱۶

يجوز قبل الزوال فی ظاهر الرواية، و عليه الجمهور و من أصحاب المتون و الشروح و الفتاوىٰ، قال فی "الفيض": وهو الصواب ١ هـ و روی حسن الخ وهو خلاف ظاهر الرواية، و خلاف النّصّ من فعله ﷺ، و فعل الصحابة بعدهٗ، و قال فی "البدائع": و هذا باب لا يعرف بالقياس بل التوقيف ١ هـ، و قال فی "الفتح": لا يجوز فيهما قبل الزوال اتفاقاً لوجوب إتباع المنقول لعدم المعقولية ١ هـ، قال فی "الدر": ما اتفق عليه أصحابنا فی الروايات الظاهرة يفتی به قطعاً و اختلفوا فيما اختلفوا فيه ١ هـ، و قال الشارح: و الصحيح أنه لا يصح فی اليومين إلا بعد الزوال مطلقاً ١ هـ (٦٣)

یعنی، اور "محیط" میں اپنے قول "فی الظاهر الرواية" میں اس سے احتراز کیا جسے حاکم نے "منتقیٰ" میں امام اعظم سے ذکر کیا کہ اگر حاجی تیسرے دن زوال سے قبل کُوچ کرنے کا ارادہ کرے تو اس کے لئے جائز ہے کہ رمی کر لے، اسی طرح "مبسوط" اور کثیر معتبرات میں ہے کہ یہ امام ابو یوسف سے ایک روایت ہے اسی طرح "شرح الطحاوی" میں ہے۔ اور اس پر آج لوگوں کا عمل ہے اور اسی میں زحمت سے راحت ہے (ضیاء الأبصار حاشیہ نسک در مختار لشیخ محمد طاهر سنبل مکی حنفی علیه الرحمه) اور صحیح وہی ہے جسے مصنّف (مخدوم محمد ہاشم) قدس سرہ نے ذکر کیا، دوسرا قول ضعیف اور مرجوح ہے۔ "غنية الناسك" مصنفہ سید حسن شاہ مہاجر مکی میں لکھتے ہیں: پس ظاہر الراویۃ میں رمی قبل الزوال جائز نہیں ہے اور اصحابِ

---

٦٣ [illegible] ٢١٦، ٢١٧

مُتون وشروح اور فتاوی سے جمہور علماء اسی پر ہیں۔ "فیض" میں فرمایا: یہی صواب ہے اھ اور حسن بن زیاد نے روایت کیا ہے الخ (امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ سے کہ اگر وہ ایام نحر کے تیسرے روز (یعنی بارہ ذوالحجہ کو) کُوچ کرنے کا ارادہ کرے تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ زوال سے قبل رمی کر لے، اگرچہ زوال کے بعد رمی کرنا افضل ہے اور جو شخص اس روز کوچ کا ارادہ نہیں رکھتا اس کے لئے زوال سے قبل رمی کرنا جائز نہیں ہے۔ غینة الناسك، باب رمی الجمار، ص ۱۸۱) اور وہ ظاہر الروایۃ کے خلاف ہے اور حضور ﷺ کے فعل اور آپ کے بعد آپ کے صحابہ کرام کے فعل کی تصریح کے خلاف ہے اور "بدائع" میں فرمایا یہ باب (یعنی حج کا باب) قیاس سے نہیں پہچانا جاتا بلکہ توقیف سے پہچانا جاتا ہے اھ اور "فتح القدیر" میں فرمایا ان دونوں دنوں میں رمی زوال سے قبل بالاتفاق جائز نہیں کیونکہ معقولیت نہ ہونے کی وجہ سے منقول کی اتباع واجب ہونے کے سبب (رمی قبل الزوال جائز نہیں) اھ اور "در مختار" میں فرمایا: روایاتِ ظاہرہ جس پر ہمارے اصحاب نے اتفاق کیا قطعاً اسی پر فتویٰ دیا جائے گا اور فقہاء کا فتویٰ دینے میں ان روایات کے بارے میں اختلاف ہے جن میں ہمارے اصحاب نے اختلاف کیا اھ ("در مختار" کی یہ عبارت "غنية الناسك" کے مطبوعہ نسخے میں اس مقام پر نہیں ہے۔ نعیمی) اور شارح نے فرمایا: اور صحیح یہ ہے کہ رمی ان دونوں گیارہ اور بارہ تاریخ میں مطلقاً درست نہیں مگر زوال کے بعد۔

اور علامہ سراج الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۱۰۰۵ھ صاحب کنز کے قول "فارم الجمار الثلاث فی ثانی النحر بعد الزوال" (پھر یوم نحر کے دوسرے روز زوال کے بعد تینوں جمرات کی رمی کر) کے تحت لکھتے ہیں:

بیان لأول وقته، و هذا هو المشهور عن الإمام

یعنی، (مصنّف کا یہ قول ان دنوں میں) رمی کے اول وقت کا بیان ہے) اور امام اعظم (کے اقوال میں) سے مشہور (قول) ہے۔

پھر امام اعظم سے غیر مشہور قول کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

و الظاهر الأول (٦٤)

یعنی، ظاہر الروایت پہلا قول ہے۔

لہٰذا بہر صورت ان دو دنوں کی رمی قبل الزوال صحیح نہ ہوگی۔

جب فقہاء کرام نے صراحۃً لکھا ہے کہ یوم نحر کے دوسرے اور تیسرے روز صحتِ رمی کا ابتدائی وقت زوالِ آفتاب کے بعد سے ہے اور اس سے قبل رمی درست نہ ہوگی تو ظاہر تو یہی ہے کہ کہ جب رمی درست نہ ہوئی تو اعادہ لازم ہوا اور وقت میں اعادہ نہ کرنے کی صورت میں دم لازم ہو مگر کُتُبِ فقہ خصوصاً کُتُبِ مناسک میں ایسی صورت میں دَم کا لازم ہونا نظر سے نہیں گزرا۔

اور بعض حنفی علماء کا ۱۱، ۱۲ کی قبلِ زوال رمی کو جائز کہنا ہرگز ہرگز درست نہیں، ان کا یہ قول قابل اعتبار نہیں کیونکہ کُتُب فقہ میں تصریح موجود ہے کہ قبلِ زوال رمی کا درست نہ ہونا ظاہر الروایت ہے اور ظاہر الروایت کے بارے میں علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

معناه ما كان من المسائل في الكتب التي رويت عن محمد بن الحسن رواية ظاهرة يفتى به و إن لم يصرحوا بتصحيحه (٦٥)

یعنی، ظاہر الروایۃ کا معنی یہ ہے کہ وہ مسئلہ ان مسائل میں سے ہو جو اُن کُتُب میں ہے جنہیں امام محمد بن حسن شیبانی سے روایت ظاہرہ کے ساتھ روایت کیا گیا ہے، اسی پر فتویٰ دیا جائے گا اگرچہ انہوں نے اس (مسئلہ) کی تصحیح کی صراحت نہ کی ہو۔

٦٤۔ النهر الفائق شرح كنز الدقائق، المجلد (٢)، كتاب الحج، باب الإحرام، ص ٩١

٦٥۔ مجموعة رسائل ابن عابدين، شرح الرسالة المسمّاة بعقود رسم المفتي، ص ١٦

ہاں ایک صورت ہے کہ جب مسئلہ تو کُتُبِ ظاہر الروایہ میں مذکور ہو اور فقہاء کرام نے دوسری روایت کی تصحیح کی ہو جو ظاہر الروایہ کُتُب کے غیر میں مروی ہو تو اس وقت اس کا اتباع ہوگا کہ جس کی فقہاء کرام نے تصحیح کی، چنانچہ لکھتے ہیں:

نعم لو صححوا رواية أخرىٰ من غير كتب ظاهر الرواية يتبع ما صححوه (ص١٣٤)

یعنی، ہاں اگر دوسری روایت کی تصحیح کی غیر کُتُب ظاہر الروایہ سے اس کا اتباع کیا جائے جس کی تصحیح کی ہو۔

اور ظاہر الروایۃ میں غالب یہی ہوتا ہے کہ وہ ائمہ ثلاثہ (امام اعظم، ابو یوسف اور محمد حسن) کا قول ہو یا ان کے بعض کا قول ہو:

لكن الغالب الشائع فی ظاهر الرواية أن يكون قول الثلاثة أو بعضهم (ص١٦)

یعنی، لیکن ظاہر الروایہ میں غالب اور شائع ہے کہ وہ ائمہ ثلاثہ یا ان میں سے بعض کا قول ہو۔

لیکن اس کے لئے ایک قاعدہ ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

و ذكر المحقق ابن الهمام كما فی فتاوىٰ تلميذه العلامة قاسم أن ما لم يحك محمد فيه خلافاً فهو قولهم جميعاً (ص١٩)

یعنی، محقق ابن ہمام نے ذکر کیا جیسا کہ ان کے شاگرد علامہ قاسم کے ''فتاویٰ'' میں ہے جب تک اس مسئلہ میں امام محمد اختلاف کی حکایت نہ کریں تو وہ ان سب (یعنی آئمہ ثلاثہ امام اعظم، امام ابو یوسف اور امام محمد) کا قول ہوتا ہے۔

اور اور علامہ حسن بن منصور اوز جندی قاضیخان متوفی ۵۹۲ھ (٦٦) لکھتے ہیں اور اُن سے علامہ قاسم بن قطلو بغا حنفی متوفی ۸۷۹ھ (٦٧) اور ان سے علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی

٦٦۔ (فتاوىٰ قاضيخان على هامش الفتاوىٰ الهندية، المجلد (١)، ص٣

٦٧۔ و التصحيح، الترجيح على مختصر القدوري، مقدمة المؤلف، ص ١٢٤، ١٢٥

(۶۸) نقل کرتے ہیں:

المفتی فی زماننا من أصحابنا إذا استفتی فی مسئلة و سئل عن واقعة إن کانت المسئلة مرویة عن أصحابنا فی الروایة الظاهرة بلا خلاف بینهم فإنه یمیل إلیهم و یفتی بقولهم و لا یخالفهم برأیه و إن کان مجتهداً متقناً، لأن الظاهر أن یکون الحق مع أصحابنا و لا یعدوهم، و إجتهاده لا یبلغ اجتهادهم و لا ینظر إلی قول من خالفهم و لا یقبل حجته الخ

یعنی، ہمارے زمانے میں ہمارے اصحاب میں سے مفتی سے جب کسی بارے میں فتویٰ طلب کیا جائے یا کسی واقعہ کے بارے میں پوچھا جائے تو مسئلہ اگر ہمارے اصحاب سے ان کے آپس میں کسی اختلاف کے بغیر روایت ظاہرہ میں مروی ہو تو وہ ان کی طرف مائل ہوگا، اُن کے قول پر فتویٰ دے گا اور اپنی رائے سے اُن سے اختلاف نہیں کرے گا اگر چہ وہ (خود) مجتہد متقن ہو، کیونکہ ظاہر ہے کہ حق ہمارے اصحاب کے ساتھ ہے تو وہ ان سے تجاوز نہیں کرے گا اور اس کا اجتہاد اُن کے اجتہاد کو نہیں پہنچتا اور جو اُن کی مخالفت کرے اس کے قول کی طرف نظر نہ کی جائے اور اس کی حجت قبول نہ کی جائے۔

اس سے ثابت ہوا کہ مقلّد اگر مجتہد ہو تو اُسے بھی ظاہر الروایت کا خلاف جائز نہیں، جب اس مقلّد کے لئے یہ حکم ہے جو مجتہد بھی ہے تو پھر مقلّد محض کے لئے بھلا ظاہر الروایت کا خلاف کیسے جائز ہو سکتا ہے، لہٰذا اس مسئلہ میں ظاہر الروایۃ پر ہی عمل ہوگا۔

اور اگر کوئی یہ کہے کہ جواز کا قول بھی امام اعظم سے ایک روایت ہے تو اس کے لئے عرض یہ ہے کہ اس سے انکار نہیں کہ فقہاء کرام نے بھی یہی لکھا ہے مگر ساتھ ہی یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ عدم جواز کا قول ظاہر الروایۃ ہے اور امام اعظم سے مشہور روایت ہے۔ اور ظاہر

۶۸۔ مجموعہ رسائل ابن عابدین، شرح الرسالة المسمّاة بعقود رسم المفتی، ص ۲۴۔ ۲۵

الروایۃ اور مشہور قول ہی راجح ہے اور دوسری روایت نوادر کی روایت ہے اور غیر مشہور قول ہے اس لئے وہ مرجوح ہے اور مرجوح راجح کے مقابلے میں کالعدم ہوتا ہے چنانچہ علامہ قاسم بن قطلو بغا حنفی لکھتے ہیں:

و المرجوح فی مقابلة الراجح بمنزلة العدم (٦٩)

یعنی، مرجوح راجح کے مقابلے میں عدم کے مرتبے میں ہوتا ہے۔

اور علامہ قاسم حنفی، امام شہاب الدین ابو العباس احمد بن ادریس قرافی مصری مالکی متوفی ۶۸۴ھ کی کتاب "الإحکام فی تمییز الفتاویٰ عن الأحکام و تصرّفات القاضی و الإمام" سے نقل کرتے ہیں:

و إن کان مقلّداً جاز له أن یفتی بالمشهور فی مذهبه و أن یحکم به و إن لم یکن راجحاً عنده ...... و إما اتباع الهویٰ فی الحکم أو الفُتیا فحرام إجماعاً، و أما الحکم أو الفُتیا بما هو مرجوح فخلاف الإجماع اه (٧٠)

یعنی، اور اگر مقلِّد ہو تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے مذہب میں (اپنے امام کے) مشہور (قول) پر فتویٰ دے اور اُسی کے ساتھ حکم کرے اگرچہ (وہ مشہور قول) اس کے اپنے نزدیک راجح نہ ہو...... مگر حکم اور فتویٰ میں خواہش کی پیروی تو وہ اجماعاً حرام ہے اور مرجوح قول پر حکم کرنا یا فتویٰ دینا تو یہ اجماع کے خلاف ہے۔

اور جب ان ایام میں غروبِ آفتاب کے بعد بھی رمی جائز ہے اگرچہ مکروہ ہے کیونکہ ان ایام میں صحتِ رمی کا وقت بالاتفاق دوسرے دن کے طلوعِ فجر تک ہے اس لئے دن کی رمی آنے والی رات میں کرے گا تو بھی درست ہو جائے گی اگرچہ غروبِ آفتاب کے بعد مکروہ ہے چنانچہ علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں:

٦٩۔ التصحیح و الترجیح، مقدمة المؤلف، ص ١٢١

٧٠۔ التصحیح و الترجیح علی مختصر القدوری، ص ١٣٠

و هو ممتد إلى طلوع الشمس من الغد فلو رمى ليلاً صح و كره، كذا في "المحيط" (۷۱)

یعنی، وہ (یعنی صحت رمی کا وقت) اگلے روز کے طلوعِ آفتاب تک ہے لہٰذا اگر اس نے رات میں رمی کی تو درست ہوگئی، اگرچہ مکروہ ہے۔

اس کے تحت علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

ذكر مثله في "البحر العميق" و "منسك الفارسي"، و الطربلسي و يخالفه ما في "لباب المناسك" و "شرحه" (أي المسلك المتقسّط) من أنه إذا طلع الفجر فقد فات وقت الأداء عند الإمام خلافاً لهما و بقي وقت القضاء اتفاقاً فهو صريح في أن آخر الرمي في هذين اليومين إلى طلوع الفجر، و أقر عليه الشارح المرشدي و مثله في "منسك العفيف" و يدل عليه قول صاحب البدائع فإن أخر الرمي فيها إلى الليل فرمى قبل طلوع الفجر جاز و لا شئ عليه لأن الليل وقت الرمي في أيام الرمي لما روينا من الحديث ا هـ...... و قول الحدادي في "الجوهرة النيرة" فإن رمى بالليل قبل طلوع الفجر جاز و لا شئ عليه ا هـ و كان فيه اختلاف الرواية (۷۲)

یعنی، اس کی مثل "البحر العمیق"، "منسک الفارسی" اور "منسک الطرابلسی" میں ذکر کیا گیا اور جو "لباب المناسک" (یعنی ان سب میں ہے کہ جوازِ رمی وصحتِ رمی کا وقت طلوع آفتاب تک ہے) اور اس کی شرح میں ہے وہ اس کے مخالف ہے کہ جب (دوسرے دن کی) فجر

۷۱۔ البحر الرائق: ۲/۲۳۸

۷۲۔ منحة الخالق حاشية البحر الرائق، المجلد (۲)، كتاب الحج، باب الإحرام تحت قول الكنز: ثم

طلوع ہوئی تو امام اعظم کے نزدیک وقتِ ادا فوت ہو گیا برخلاف صاحبین کے اور قضاء کا وقت بالاتفاق باقی رہا اور یہ اس میں صریح ہے کہ ان دو دنوں (یعنی گیارہ اور بارہ ذوالحجہ) میں رمی کا آخری وقت طلوعِ فجر تک ہے اور اسی کو شارح مرشدی (یعنی علامہ حنیف الدین) نے ثابت رکھا اور اسی کی مثل "منسک العفیف" میں ہے اور اسی پر صاحبِ بدائع (علامہ علاؤ الدین کاسانی) کا قول دلالت کرتا ہے کہ ان دونوں میں رمی کا آخری وقت رات تک ہے پس جس نے طلوع فجر سے قبل رمی کر لی تو جائز ہے اور اس پر کچھ لازم نہیں کیونکہ رات ایام رمی میں رمی کا وقت ہے اس کی دلیل وہ حدیث ہے جسے ہم نے روایت کیا الخ اور (علامہ ابوبکر بن علی) حدادی کا "الجوھرۃ النیرۃ" میں قول ہے کہ پس اگر رات میں طلوعِ فجر سے قبل رمی کر لی تو جائز ہے اور اس پر کچھ نہیں الخ (علامہ شامی فرماتے ہیں) گویا کہ اس میں (یعنی ۱۰، ۱۱، ۱۲ ذوالحجہ کو صحتِ رمی کے آخری وقت میں) روایت کا اختلاف ہے۔

بہر حال ہم متفق علیہ وقت یعنی طلوعِ فجر کو لے لیں تو بھی گیارہ اور بارہ کو زوال سے لے کر طلوعِ فجر تک کافی وقت ہے۔

اور پھر کمزور وضعیف اور خواتین ازدحام کی وجہ سے اگر بعد المغرب یا رات کو رمی کریں تو ان کے لئے کراہت تنزیہی بھی نہیں ہے تو مرجوح قول پر عمل کر کے اجماع کا خلاف کرنا اور دوسروں کو یہی فتویٰ دینا سمجھ سے بالاتر ہے۔ باقی رہا امام اہلسنّت کے فتاویٰ میں ضرورت کے تحت زوال سے قبل رمی کے جواز کا ذکر تو اس کے لئے عرض ہے، امام اہلسنّت نے اپنے ایک فتویٰ میں اس کا ذکر کیا اور وہاں جو صورت مذکور ہے وہ فی زمانہ پائی ہی نہیں جاتی اور فی زمانہ اس کے پائے جانے کا امکان بھی نہیں اور پھر امام اہلسنّت نے اسی مقام پر یہ بھی لکھا ہے کہ "یہ (یعنی گیارہ اور بارہ تاریخ کو زوال سے قبل رمی) ہمارے مذہب ظاہر الروایۃ میں گناہ

ہے''، علماء کرام کو چاہئے کہ وہ خود بھی مذہب میں راجح اور صحیح اقوال پر عمل کریں اور دوسروں کو بھی اسی کے مطابق فتویٰ دیں۔ اس کے لئے وہ کُتُب فقہ کا مطالعہ کریں خصوصاً حج پر جانے والے اور وہ جن سے مناسکِ حج کے بارے کثرت سے سوال ہوتے ہیں وہ فقہ حنفی کی کُتُب میں مناسکِ حج وعمرہ کے مسائل کا ضرور مطالعہ رکھیں پھر بھی کسی مسئلہ کے بارے میں علم نہ ہو تو کُتُب کی طرف مراجعت کریں کُتُب میسر نہ آنے کی صورت میں ایسے علماء کی طرف خود رجوع کریں کہ جن کی مناسک پر اچھی نظر ہو پھر سائل کو وہ مسئلہ بتائیں ورنہ سائل کو دوسرے حنفی عالم کی طرف بھیج دیں۔

والله تعالی أعلم بالصواب

یوم السبت، ۱۷ ذی القعدۃ ۱۴۲۷ھ، ۹ دیسمبر ۲۰۰۶م (276-F)

غروبِ آفتاب کے بعد رمی کا حکم؟

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ کیا کوئی شخص شرعی عذر کے بغیر صرف ہجوم کی وجہ سے ۱۰ ذوالحجہ کی رمی غروبِ آفتاب کے بعد کر سکتا ہے؟

(السائل: محمد افضال عطاری، برنس روڈ، کراچی)

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ و تقدس الجواب: رمی اپنے وقت میں کرنا واجب ہے اور دس تاریخ کی رمی کا آخری وقت ۱۱ ذوالحجہ کی صبح صادق تک ہے اور رات میں رمی کرنا اس شخص کے لئے مکروہ تنزیہی ہے جو معذور نہ ہو اور جو معذور ہو اس کے لئے کراہت باقی نہیں رہتی۔ جیسے بیمار، کمزور اور خواتین وغیرہا۔

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں کہ

ویکرہ للفجر أی من الغروب إلى الفجر و كذا يكره قبل طلوع الشمس "بحر" وهذا عند عدم العذر الخ (۷۳)

۷۳۔ رد المحتار، المجلد (۲)، کتاب الحج، فصل فی الاحرام، وصفة المفرد بالحج، مطلب: فی رمی جمرة العقبة، ص ۵۱۵

یعنی اور غروب آفتاب سے لیکر فجر تک رمی کرنا مکروہ ہے اس طرح
سورج نکلنے سے پہلے بھی مکروہ ہے۔ "بحر الرائق" اور یہ کراہت اس
وقت ہے جب کوئی عذر نہ ہو۔

اور مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد وقار الدین متوفی ۱۴۱۳ھ لکھتے ہیں کہ

''رات میں رمی کرنا اگرچہ مکروہ ہے، مگر عذر کی وجہ سے یہ کراہت باقی
نہیں رہتی۔'' (۷۴)

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ۲۵ شوال المکرم ۱۴۲۳ھ/ ۳۰ دسمبر ۲۰۰۲ء (392_JIA)

ترکِ رمی کا حکم

استفتاء:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی شخص نے رمی نہ کی، کیا اس پر اس واجب کے ترک کے علاوہ اور کوئی دم لازم ہوگا جیسے ترکِ ترتیب وغیرہ؟

(السائل: سلیم، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: مفتی وقار الدین علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

مگر ایک دن کی رمی ترک ہونے سے بھی ایک دم اور صرف ایک جمرہ کی
رمی ترک ہونے سے بھی ایک دم اور تینوں دنوں کی رمی ترک ہونے
سے بھی ایک دم لازم آئے گا۔ لہٰذا اگر کوئی ایسا عذر ہو جس کی وجہ سے
رمی نہیں کرسکتا ہے تو تیسرے دن دم دے گا، اور یہ دم زمین حرم پر دینا
ضروری ہے۔ (۷۵)

فقہاء کرام نے ایک دن کی رمی ترک ہو جانے پر بھی ایام رمی گزر جانے کے بعد ترکِ رمی کا دَم دینے کا حکم کیا ہے اس کی وجہ اگر ایک دن کی رمی ترک ہوئی اور اس نے دَم دے دیا

۷۴۔ وقار الفتاویٰ، المجلد (۲)، کتاب المناسک، رمی کا بیان، رمی میں نائب بنانے کی شرعی حیثیت، ص ۴۶۱

پھر خدانخواستہ دوسرے یا تیسری دن کی رمی بھی ترک ہوگئی تو دوسرا دَم دینا پڑے گا، اسی طرح اگر ایک دن کی رمی ترک ہو جانے پر دَم دے دیا اور دوسرے دن پھر رمی نہ کر سکا تو اس نے اس دن کا دَم دے دیا پھر اگر تیسرے دن بھی رمی نہ کی تو تیسرا دَم پھر دینا ہوگا۔ اور اگر رمی ایک دن کی یا دونوں کی یا تینوں دنوں کی ترک ہوئی اور ایام رمی گزرنے کے بعد اس نے دَم دیا تو ایک ہی دَم کافی ہوگا رمی چاہے ایک دن کی ترک ہوئی ہو یا تینوں دنوں کی۔

چنانچہ مفتی محمد وقار الدین لکھتے ہیں: رمی ایک دن کی چھوٹ جائے یا تینوں دنوں کی، ایک شیطان کی چھوٹ جائے یا تینوں کی، ایک قربانی واجب ہوگی، اور یہ قربانی زمینِ حرم پر کرنا واجب ہوگی۔(۷۶)

علامہ عبد اللہ بن محمود موصلی حنفی متوفی ۶۸۳ھ لکھتے ہیں:

و لو ترك رمی الجمار كلّها أو يوم واحد أو جمرة العقبة يوم النحر فعليه شاة (۷۷)

یعنی، اگر تمام جمرات کی رمی ترک کی یا ایک دن کی یا یومِ نحر میں جمرہ عقبہ کی (تمام صورتوں میں) اس پر بکری (دم کے طور پر ذبح کرنا) لازم ہے۔

اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

معناه: أنه تركها حتی غربت الشمس من آخر أيام التشريق، لأنه ترك واجباً من جنس واحدٍ، و إن لم تغرب الشمس يرميها علی الترتيب، لكن يجب الدم لتأخيرها عنده ...... و ترك رمی يوم واحد عبادة مقصودة، و كذا جمرة العقبة يوم النحر فتجب شاة (۷۸)

۷۶۔ وقار الفتاویٰ، جلد (۲)، کتاب المناسک، رمی کا بیان، ص ۴۶۱

۷۷۔ المختار: ۱/۲۱۱

۷۸۔ كتاب الاختيار لتعليل المختار، المجلد (۱)، كتاب الحج، باب الجنايات، ص ۲۱۱

یعنی، اس کا معنی یہ ہے اس نے رمی کو ترک کر دیا یہاں تک کہ ایام تشریق کے آخری یوم کا سورج غروب ہو گیا، کیونکہ اس نے ایک ہی جنس کا واجب ترک کیا اور اگر سورج غروب نہ ہوا تو ترتیب کے ساتھ رمی کرے گا، لیکن (اس صورت میں) رمی میں تاخیر کی وجہ سے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک دم واجب ہے برخلاف صاحبین کے اور ایک دن کی رمی کا ترک عبادتِ مقصودہ (کا ترک) ہے، اس طرح یوم نحر میں جمرۂ عقبہ کی رمی (عبادتِ مقصودہ ہے اور اس کے ترک عبادتِ مقصودہ کا ترک ہے) تو (بطور دم) بکری (کا ذبح کرنا) واجب ہے۔

اور تمام صورتوں میں ایک ہی دم لازم آنے کی وجہ یہ ہے کہ جنایات ایک ہی جنس کی ہیں، چنانچہ امام کرمانی لکھتے ہیں:

إنما قلنا إنه يكفيه دم واحد لأن الزمان كلّه من جنس واحد صورةً و معنىً، فصار كأنه ترك عبادةً واحدةً عن وقتها، فيكفيه دم واحد (۷۹)

یعنی، ہم نے کہا اُسے ایک دم کافی ہے کیونکہ (رمی کا) کل زمانہ صورۃً اور معنیً ایک جنس ہے، تو یہ ایسے ہو گیا گویا اس نے ایک عبادت کو اپنے وقت سے ترک کیا تو اُسے ایک دم کافی ہے۔

اور فقیہ ابو الفتح ظہیر الدین الولوالجی متوفی ۵۴۰ھ لکھتے ہیں:

و الرميات جنس واحد صورةً و معنىً، إذا اجتمعت صارت كجناية واحدة فيكفيه دم واحد (۸۰)

یعنی، رمیاں صورۃً اور معنیً ایک جنس ہیں، جب جمع ہو گئیں تو ایک جنایت کی مثل ہو گئیں تو ایک دم کافی ہے۔

۷۹۔ المسالك فی المناسك، المجلد (۲)، فصل فی جنایات عرفة و مزدلفة و منی، ص ۷۸۰

۸۰۔ الفتاوی الولوالجية، المجلد (۱)، كتاب الحج، الفصل الرابع، ذكر أيام رمي الجمار، ص ۲۵۹

اور علامہ سراج الدین عمر بن ابراہیم ابن نجیم متوفی ۱۰۰۵ھ لکھتے ہیں:

إنما اكتفى بدم واحد بترك كل الرمي لإتحاد الجنس كما في الحلق (۸۱)

یعنی، کل رمی کو ترک کرنے پر ایک ہی دم کافی ہے کیونکہ جنس متحد ہے۔

لہٰذا ایسا حاجی جس نے رمی نہ کی ہو اُسے چاہئے کہ ایام رمی گزرنے کے بعد حرم میں دم دے چنانچہ امام ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان کرمانی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

و عليه دم واحد في قول أصحابنا جميعاً (۸۲)

یعنی، اگر ایامِ تشریق کے آخری دن کا سورج غروب ہو گیا اس سے رمی ساقط ہو گئی اور ہمارے جمیع اصحاب (احناف) کے قول میں اس پر ایک دم لازم ہو گیا۔

اور یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ رمی واجب ہے اور واجب کا بلا عذر ترک کرنا گناہ ہے تو بلا عذر ترکِ رمی کی بنا پر جو گناہ لازم آیا وہ دَم دینے سے معاف نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے سچی توبہ بھی کرنا ضروری ہے اور پھر ہر دن بلکہ ہر جمرہ کی رمی کا ترک ایک الگ گناہ ہے۔ کسی شخص سے ایک دن کی رمی بلا عذر ترک ہوئی جس سے وہ گنہگار ہوا تو اس نے اس گناہ کی معافی کے لئے توبہ کی اور توبہ کی شرط ہے کہ وہ اس گناہ کے دوبارہ نہ کرنے کا سچا ارادہ رکھتا ہو اور دوبارہ وہ گناہ نہ کرنے کے پختہ عزم کے ساتھ توبہ کرے اور یہ شخص جب توبہ کرے گا تو یہی کہے گا یا اللہ اس دن کی رمی میں نے چھوڑ کر گناہ کیا تو مجھے معاف فرما دے اور اس کا عزم مصمّم یہ ہونا چاہئے کہ آئندہ یہ گناہ نہیں کروں گا جب وہ اس طرح توبہ کرے گا تو دوسرے اور تیسرے روز کی رمی کو کبھی بھی بلا عذر نہیں چھوڑے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے حدودِ حرم میں وعدہ کر چکا ہے اور ایک مسلمان عزت وحُرمت والے دنوں میں عظمت والے مقام پر بڑی شان والے ربّ سے کیا ہوا وعدہ ایک ہی دن بعد یا دو دن بعد توڑنے کی جسارت نہیں کرے گا۔

۸۱۔ النهر الفائق، المجلد (۲)، كتاب الحج، باب الجنايات، ص۱۲۹

۸۲۔ المسالك في المناسك: ۲/۷۸۰

اور علماء کرام خصوصاً حج کی تربیت کرنے والوں اور حج وعمرہ کے بابت میں مسائل بتانے والوں کو چاہئے کہ لوگوں میں خصوصاً مالداروں میں جو سوچ پیدا ہورہی ہے کہ واجب ہی تو ہے دَم دے دیں گے اس طرح وہ اس واجب کو ترک کردیتے ہیں۔ اس غلط اور فاسد سوچ کا ازالہ کرنے کی کوشش کریں ورنہ ایک دن ایسا آئے گا کہ یہ لوگ حج کے صرف دو رُکن ادا کریں گے باقی تمام واجبات کے تارک ہوجائیں گے اُن کو بتائیں کہ تم دَم دے کر ترکِ واجب کا تدارک تو کرلوگے مگر عمداً قصداً بلا عذر ترک پر جو اللہ واحد القہار ناراض ہوا اور تم گنہگار ہوئے اس کا کیا کروگے جس مال پر تم اِتراتے ہوئے برملا ترکِ واجب کا ارتکاب کر رہے ہو اور اس پر دلیر ہورہے ہو وہ مال اللہ تعالیٰ ہی کا دیا ہوا ہے کہ جس کی تم نافرمانی کرتے ہو، جسے تم ناراض کرتے ہو، اس نے اگر تمہیں مالدار سے مفلس کردیا اور تم کوڑی کوڑی کے محتاج ہوگئے تو کیا کروگے۔ اس لئے تم اپنی اس منفی سوچ کو ترک کردو۔ اور پھر ترکِ واجب پر لازم آنے والے گناہ کا ایک ہی حل ہے کہ تم سچی توبہ کرو اور سچی توبہ یہی ہے کہ تم آئندہ وہ گناہ نہ کرنے کے عزم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور رو رو کر گڑگڑا کر التجا کرو اپنے گناہ کی معافی مانگو۔ اس طرح ان کی تربیت کی جائے انہیں سمجھایا جائے تو امید ہے کہ یہ منفی سوچ ختم ہو جائے اور ہمارے یہاں کے عام لوگ وہاں دوسروں کو دیکھ کر بہت جلد ان کا اثر لیتے ہیں۔ ان میں کچھ اُمور تو اچھے ہوتے ہیں مگر اکثر غیر مستحسن جیسے غیر احرام میں ننگے سر نماز، احرام میں سلائی والے کپڑے وغیرہا تو اس بارے میں بھی عازمینِ حج وعمرہ کی اصلاح ضروری ہے، اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

والله تعالى أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۷ ذی القعدة ۱۴۲۷ھ، ۲۹ نوفمبر ۲۰۰۶ م (266-F)

منیٰ میں غسل کی صورت

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر حیض کا اختتام منیٰ میں ہو تو عام روٹین میں عورت کو اسی وقت نہانا ہوتا ہے وہاں غسل خانوں کی نوعیت

کے پیش نظر عورت کیا کرے؟

(السائل: خواتین از لبیک حج گروپ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: منیٰ، عرفات یا مزدلفہ میں ادا کئے جانے والے مناسکِ حج میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو حالتِ حیض میں یا حیض ختم ہونے کے بعد غسل نہ کرنے کی حالت میں ادا نہ ہو سکے اور نماز کی ادائیگی حالتِ حیض میں ویسے ہی ممنوع ہے اور حیض کے ختم ہونے کے بعد نماز ادا کرنے کے لئے عورت پر فرض ہے کہ وہ غسل کرے کیونکہ بغیر غسل کے نماز نہ ہوگی اور وہاں موجود غسل خانوں میں غسل کیا جا سکتا ہے صرف نماز کے اوقات میں رش ہوتا ہے دیگر اوقات میں بھیڑ نہیں ہوتی اور جہاں تک غسل خانوں میں بدن یا کپڑوں کے ناپاک ہونے کا احتمال ہے تو اس کے لئے غسل سے قبل غسل خانے کو پانی سے دھولیا جائے۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأحد، ٤ ذوالحجۃ ١٤٢٧ھ، ٢٤ دیسمبر ٢٠٠٦م (F-318)

منیٰ میں غسل فرض ہونے کی صورت میں تیمّم کرنے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سردی کا موسم ہے اور منیٰ میں گرم پانی موجود نہ ہو تو ایک خاتون کا کہنا ہے ٹھنڈے پانی سے جوڑوں کا درد شروع ہو جاتا ہے اور جسم اکڑ جاتا ہے جس سے بڑی تکلیف ہوتی ہے اب اُسے اگر ماہواری کے بند ہونے پر غسل کرنا ہو تو کس طرح پاک ہوگی، کیا تیمّم کی اجازت ہے؟

(السائل: خاتون از لبیک حج گروپ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں سوال سے ظاہر ہے کہ ٹھنڈا پانی نقصان کرتا ہے گرم پانی نہیں کرتا تو اس صورت میں گرم پانی سے غسل ضروری ہوگا، تیمّم جائز نہیں اور فی زمانہ موسم سرما میں منیٰ میں گرم پانی موجود ہوتا ہے اگر زیادہ گرم نہ ہو

تو ٹھنڈا بھی نہیں ہوگا اور اگر غسل خانہ میں موجود پانی گرم نہ ہو تو پانی گرم کیا جا سکتا ہے۔ پھر بھی شک ہو کہ گرم پانی میسر آئے گا یا نہیں تو ایک عدد بالٹی یا ٹب اور الیکٹرک ہیٹر ساتھ لے جایا جا سکتا ہے، اور وہاں پر بجلی موجود ہوتی ہے اس سے پانی گرم کیا جا سکتا ہے اور پھر چند خیموں کے بعد ایک کچن بنا ہوا ہے جہاں ایام منیٰ میں کھانا وغیرہ پکتا ہے عورت اپنے مُحرِم کے ذریعے وہاں سے پانی گرم کروا سکتی ہے۔ یہ بھی نہ ہو تو اگر عورت منیٰ میں ہے تو منیٰ سے مکہ دُور نہیں مکہ آ کر غسل کر سکتی ہے بہر حال اُسے غسل کرنا ہوگا۔ ہاں اگر کسی ایسی جگہ ہو جہاں گرم پانی کے حصول پر قدرت نہ ہو اور ٹھنڈا پانی ضرر دیتا ہو تو تیمّم جائز ہوگا۔ اس صورت میں غسل کے لئے تیمّم کرنا جائز ہوگا اور گرمی کے موسم یا گرمی کے وقت پانی ضرر نہ دیتا ہو تو ایسے وقت میں تیمّم کرنا جائز نہ ہوگا بلکہ غسل لازم ہوگا، چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

> بیماری میں اگر ٹھنڈا پانی نقصان کرتا ہے اور گرم پانی نقصان نہ کرے تو گرم سے وضو اور غسل ضروری ہے، ہاں اگر ایسی جگہ ہو کہ گرم پانی نہ مل سکے تو تیمّم کرے۔ یونہی ٹھنڈے وقت میں وضو یا غسل نقصان کرتا ہے اور گرم وقت میں نہیں، تو ٹھنڈے وقت تیمّم کرے اور پھر جب گرم وقت آئے تو آئندہ نماز کے لئے وضو کر لینا چاہئے جو نماز اس تیمّم سے پڑھ لی اس کے اعادہ کی حاجت نہیں۔ (۸۳)

والله تعالى أعلم بالصواب

يوم الأحد، ٤ ذو الحجة ١٤٢٧ھ، ٢٤ ديسمبر ٢٠٠٦ م (F-321)

۸۳۔ بہار شریعت، جلد (۱)، حصہ دوم، تیمّم کے مسائل، ص ۴۸

مناسکِ عرفات

وقوفِ عرفہ اور رؤیتِ ہلال

استفتاء:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بسا اوقات حکومت ذوالحجہ کا چاند کا اعلان غلط کر دیتی ہے بعد میں معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں نے دس (۱۰) ذوالحجہ کو وقوف عرفہ کیا ہے حالانکہ وقوف عرفہ تو نو (۹) ذوالحجہ کو ہوتا ہے، اس صورت میں لوگوں کے حج کا کیا ہوگا جب کہ اب تدارک بھی ممکن نہیں ہوتا اور اگر اگلے سال حج کا حکم دیا جائے تو عظیم حرج واقع ہو جاتا ہے۔ اور اگر لوگوں نے حکومت کے اعلان پر آٹھ (۸) کو وقوفِ عرفہ کیا تو آٹھ (۸) تاریخ کو یا نو کی دوپہر سے قبل شرعی طور پر رویئت کا ثبوت ملا جس کے مطابق عرفہ اگلا دن ہے اور جس دن لوگوں نے وقوف کیا تھا وہ آٹھ (۸) تاریخ ہے تو اس صورت میں کیا حکم ہے؟

اگر دوسرے دن عرفات کے وقوف کا حکم کیا جائے تو اس میں بھی بہت مشقت ہے، ظاہر ہے کہ سب کے سب تو دوسرے دن وقوف کے لئے جاتے نہیں اور حکومت کی طرف سے بھی دوسرے دن احرام کے ساتھ عرفات جانے پر پکڑ ہوتی ہے تو ایسی صورت میں تو حاجی مجبور ہو کر رہ جاتے ہیں پھر اگر ان پر دوسرے سال قضاء کا حکم لگایا جائے تو اس میں اور بھی مشقت ہے کہ کتنے حاجی تو دوسرے سال آنے کی استطاعت نہیں رکھتے اور پھر حکومتِ پاکستان کی طرف سے ایک عام حاجی پر پانچ سال تک حج کی پابندی ہوتی ہے۔

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: پہلی صورت میں سب کا حج ادا ہو جائے گا اور دوسری صورت میں دوسرے دن وقوف سب پر لازم ہوگا، چنانچہ امام ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان الکرمانی الحنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

قال : و إذا التبس علی الناس هلال ذی الحجة، ووقف الناس بعد أن اکملوا عدة ذی القعدة ثلاثین یوماً، ثم تبیّن أن ذلك الیوم کان یوم النحر فوقوفهم صحیح و حجّهم صحیح استحساناً لقوله علیه الصلوٰة و السلام: "حَجُّکُمْ یَوْمَ تَحُجُّوْنَ" (٨٤)

جعل وقت الحج، الوقت الذی یقف فیه الناس بالجماعة، لأن هذا مما لا یمکن الاحتراز عنه مع حصول المشقّة العظیمة من قطع السفر البعید و انفاق الأموال الکثیرة، فاللّٰه رحم هذه الأمة، و جوّز ذلك صیانة لطاعتهم عن الإبطال،

قال ولو وقفوا یوم الترویة لا یجزیهم، لأن ذلك ممّا یمکن التحفّظ و الاحتراز عنه، وفیه أداء الطاعة و الفریضة قبل دخول وقتها، بخلاف المسألة الأولیٰ (٨٥)

یعنی، جب لوگوں پر ذوالحجہ کا چاند مشتبہ ہوگیا اور لوگوں نے ذوالقعدہ کے تیس (۳۰) دن پورے کر کے وقوف کرلیا پھر ظاہر ہوا کہ وہ دن تو یوم نحر تھا تو ان کا وقوف صحیح ہے اور ان کا حج استحساناً صحیح ہے کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے: ''تمہارا حج اس دن ہے جس دن تم حج کرتے ہو''۔ نبی ﷺ نے اس وقت کو حج قرار دیا جس میں لوگ جماعت کے ساتھ وقوف کرتے ہیں، کیونکہ یہ وہ ہے جس سے مشقت عظیمہ، حصول کے سفر بعید طے کرنے، اور اموالِ کثیرہ خرچ کرنے کے باوجود جس سے احتراز ممکن نہیں، تو اللہ تعالیٰ نے اس امت پر رحم فرمایا اور بندوں کی طاعت کو ابطال سے بچانے کے لئے اسے جائز فرمادیا

٨٤۔ ذکره السرخسی فی "مبسوطه": ٦٥/٤

٨٥۔ المسالك المناسك، المجلد (١) فصل في اشتباه يوم عرفة، ص ٥١٥، ٥١٦

فرمایا اگر لوگوں نے یوم ترویہ (۸ ذوالحجہ) کو وقوف کیا تو انہیں جائز نہ ہو
گا کیونکہ یہ وہ ہے جس سے تحفظ اور اس سے احتراز ممکن ہے اور اس میں
طاعت وفریضہ کی ادائیگی، اس فریضہ کا وقت داخل ہونے سے قبل ہے
بخلاف پہلے مسئلے کے۔

لہٰذا پہلی صورت میں حج درست ہو جائے گا اور دوسری صورت کہ وقوف آٹھ ذوالحجہ کو کیا بعد کو معلوم ہوا کہ یوم عرفہ کل ہے تو سب کو اس روز وقوف لازم ہوگا اگر چہ اس میں بھی بڑی مشقت ہے لیکن یہ مشقت اس مشقت سے کم ہے کہ جہاں تدارک ممکن نہ تھا اس لئے شرع نے تدارک کے امکان اور عدم امکان کا اعتبار کیا جہاں تدارک ممکن نہ تھا وہاں جواز کا حکم دیا اور جہاں ممکن تھا وہاں تدارک کرنے کا حکم دیا اور تدارک یہ ہے کہ دوسرے روز عرفات جانا اور وقوف کرنا اور پھر یہ بات بھی یاد رہے کہ کسی آدمی نے بھی کہہ دیا کہ چاند فلاں تاریخ کو ہوا ہے تو اس کا اعتبار کیونکر ہوگا جب تک رؤیت اور شہادت کے تمام تقاضوں کو مدنظر نہ رکھا جائے ہر کسی کی بات معتبر نہ ہوگی کیونکہ ایک دو کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ پچیس تیس لاکھ عازمینِ حج کا مسئلہ ہے، لہٰذا جب تک رؤیت اپنے تمام شرعی تقاضے پورے نہ کرتی ہو اس کا ہرگز اعتبار نہ کیا جائے اور اس وقت تک نبی ﷺ کے فرمان "حَجُّكُمْ يَوْمَ تَحُجُّوْنَ" "تمہارا حج اس دن ہے جس دن تم حج کرتے ہو" پر عمل کیا جائے، ہاں اگر ایسی رؤیت کی ایسی شہادت آتی ہے کہ جس کا شرعاً اعتبار لازم ہے تو اس رؤیت کا اعتبار کیا جائے گا اور عازمینِ حج کو دوسرے دن وقوف کرنا لازم ہوگا جیسا کہ مندرجہ بالا عبارات میں مذکور ہے اور اُن لوگوں پر اس حج کی قضاء بھی لازم رہے گی اگر اگلے سال نہیں آسکتا تو اس سے اگلے سال آئے، غرض یہ کہ زندگی میں اس کو آنا ہوگا نہ آسکے تو مرنے سے قبل حج کی وصیت کرنی ہوگی یہ ایسے ہے جیسے کسی پر حج فرض ہو گیا پھر مالی طور پر کمزور ہو گیا تو فرض تو بہر حال اس پر باقی رہتا ہے چاہے قرض لے کر ادا کرے فرض تو اُسے ادا کرنا ہوگا ورنہ مرنے سے قبل اُسے اس کے لئے وصیت تو کرنا ہوگی۔

یا یوں سمجھیں کہ بالفرض ایک لاکھ ایسے حاجی کسی ملک سے روانہ ہوں کہ جن پر حج فرض

تھا میقات سے قبل کسی ملک میں روک لئے جائیں یہاں تک کہ ایام حج گزر جائیں تو فرض ان پر باقی رہے گا کوئی بھی فرض کے سقوط کا قائل نہیں اور پھر اگر کسی میقات سے احرام باندھ لیا ہو روکے جائیں تو دَم احصار بھی دیں گے اور فرض بھی ان پر باقی رہے گا، اگرچہ یہ لوگ زرِ کثیر خرچ کر کے مشقت عظیمہ اُٹھا کر یہاں پہنچے مگر فرض ادا نہ کر سکے، لہٰذا مشقت کی وجہ سے فرض اگر باقی رہے یا قضاء لازم ہو تو اُسے ساقط نہیں کیا جا سکتا۔

والله تعالى أعلم بالصواب

يوم الأربعاء، ٨شوال المكرم ١٤٢٧ھ، ١ نوفمبر ٢٠٠٦ م (226-F)

کیا یومِ عرفہ ایام حج میں شامل ہے

استفتاء: حج کے مہینے شوال، ذوالقعدہ، اور ذوالحجہ ہیں ان میں ذوالحجہ کا پورا مہینہ ان میں شامل ہے یا اس کے کچھ دن، اگر کچھ دن تو یوم نحر (دس ذی الحجہ) اِن میں شامل ہے یا نہیں؟

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ حج کے مہینے تین ہیں، پہلا شوال، دوسرا ذوالقعدہ اور تیسرا ذوالحجہ ہے، پھر ان کے مابین ذوالحجہ میں اختلاف ہے، امام مالک کے نزدیک پورا مہینہ اَشْہُرِ حج میں شامل ہے اور احناف اور حنابلہ کے نزدیک ذوالحجہ کے دس دن اشہر حج میں شامل ہیں یعنی اَشْہُرِ حج کا آخری دن ذوالحجہ کی دسویں تاریخ ہے جسے یوم نحر کہتے ہیں جب کہ شوافع کے نزدیک یوم نحر اس میں داخل نہیں، ان کے نزدیک دسویں تاریخ کی رات اَشْہُرِ حج کی آخری ہے۔ ہماری دلیل نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ:

"يَوْمُ الحَجِّ الأَكْبَرِ يَوْمُ النَّحْرِ" (رواه أبو داؤد)

یعنی، یوم حج اکبر یوم نحر ہے۔

اور یوم نحر میں حج کا ایک رُکن طوافِ زیارت ادا کیا جاتا ہے اور اس کے علاوہ متعدد افعالِ حج اس دن میں ادا ہوتے ہیں جیسے جمرۂ عقبہ کی رمی، ذبح، حلق۔ چنانچہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

و أما يوم النحر: فقد ذكر أبو بكر الرازي ما يدل على أنه من أشهر الحج (۸۶)

یعنی، مگر یوم نحر تو امام ابوبکر رازی نے ذکر کیا جو اس پر دلالت کرتا ہے کہ یوم نحر اَشْہُرِ حج میں سے ہے۔

والله تعالى أعلم بالصواب

يوم الأربعاء، ۲۹ شوال المكرم ۱۴۲۷ھ، ۲۲ نوفمبر ۲۰۰۶ م (F-223)

وقوفِ عرفہ کا مکمل وقت مسجد نمرہ کے عرفات سے خارج حصے میں گزارنے والے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی شخص نے وقوفِ عرفہ کا وقت مسجد نمرہ میں گزار دیا یا وہ وہیں سے مزدلفہ کو لوٹا جب کہ اس مسجد کا کچھ حصہ عرفات سے خارج ہے تو اس کا یہ رکن ادا ہو گیا یا نہیں اور مسجد نمرہ کی حقیقت کیا ہے اور یہ دو حصوں میں کیوں ہے؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں جیسا کہ سوال میں مذکور ہے کہ مسجد نمرہ کا کچھ حصہ عرفات سے خارج اور کچھ عرفات میں ہے، تو ظاہر ہے کہ اگر وقوف کے وقت سے قبل اس حصے میں گیا جو عرفات سے خارج ہے، اور وقوف کا وقت ختم ہونے کے بعد وہیں سے مزدلفہ لوٹا اور اس دوران حُدودِ عرفات میں بالکل داخل نہ ہوا تو اس کا وقوف نہ ہوا اور وقوفِ عرفات ہی حج کا وہ اعظم رُکن ہے کہ وہ فوت ہو جائے تو حج ہی فوت ہو جاتا ہے، کیونکہ وہ حصہ جو عرفات سے خارج ہے وہ وقوف کی جگہ نہیں، اگر کسی نے وہاں وقوف کیا تو باتفاق ائمہ اربعہ یہ وقوف صحیح نہ ہوگا۔ اور فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ ''عرفات کی زمین کے علاوہ کہیں وقوف کیا تو وقوف صحیح نہ ہوگا، چاہے وہاں وقوف عمداً کیا ہو یا بھول کر، جگہ سے

۸۶۔ كتاب التجنيس و المزيد، المجلد (۲) كتاب الحج، مسألة (۱۳۰۷)، ص ٤٦٩

واقفیت کی بنا پر ہو یا ناواقفیت کی بنا پر"۔(۸۷)

اور مسجد نمرہ کے عرفات سے خارج حصے میں بیٹھنے والے کی چند صورتیں ہیں اور وہ یہ ہیں کہ جو شخص وقوف عرفہ کے وقت میں اس حصے میں داخل ہوا اُسے بہر صورت عرفات کی حدود میں داخل ہو کر مسجد نمرہ میں داخل ہونا پڑے گا کہ اس مسجد کا دروازہ حُدودِ عرفات میں ہے، تو جب وہ دروازے سے داخل ہو تو وقوف پایا گیا، یہاں تک کہ اس رات کے کسی بھی حصے میں نکلا تو اس کا وقوف ہو گیا کہ وہ وقت وقوف میں عرفات میں داخل ہوا، اگر چہ ایک لمحہ کے لئے تو وقوفِ عرفہ ہو گیا کیونکہ میدانِ عرفات کی حد کے اندر وقوف کے وقت ایک لحظہ کے لئے داخل ہو جانا وقوف کی فرض مقدار کو پورا کر دیتا ہے۔

اور وقوف عرفہ کا وقت امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک ۹ ذوالحجہ کے زوال شمس کے بعد شروع ہوتا ہے سوائے امام احمد کے، ان کے نزدیک پورا دن وقوف کا وقت ہے اور اس کا آخری وقت چاروں ائمہ کے نزدیک دس ذوالحجہ کی صبح صادق تک ہے۔(۸۸)

پھر دیکھا جائے گا کہ وہ حُدودِ عرفات میں داخل ہونے کے بعد کب نکلا، اگر وہ وقوف کے وقت سے قبل آیا تھا اور غروب آفتاب کے بعد وقوف کے وقت میں نکلا تو فبہا ورنہ اگر غروب آفتاب سے قبل نکلا تو اس پر دم واجب ہوگا۔

اور اگر وہ دس ذوالحجہ کی رات کے کسی بھی حصے میں نکلا تو بھی اس کا وقوف ہو گیا کیونکہ وقوفِ عرفہ کا آخری وقت دس ذوالحجہ کی فجر کا طلوع ہونا ہے چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

و قوله فی أوانه: و هو من زوال يوم عرفة إلى قبيل طلوع فجر النحر (۸۹)

۸۷۔ حياة القلوب فی زيارة المحبوب، باب ششم در بيان وقوف بعرفات، فصل اول در بيان قدر مفروض، ص۱۷۶

۸۸۔ حياة القلوب فی زيارة المحبوب، باب اول، فصل ششم، ص۱۷۶

۸۹۔ رد المحتار على الدر المختار، المجلد (۲)، كتاب الحج، مطلب: فی فروض الحج وواجباته،

یعنی، وقوفِ عرفہ کا وقت یومِ عرفہ کے زوال سے لے کر یومِ نحر کے طلوع ہونے سے پہلے تک ہے۔

اور ایک صورت ہے جو فی زمانہ بظاہر ممکن نظر نہیں آتی وہ یہ کہ وہ ۹ تاریخ کو زوال سے قبل داخل ہوا ہو اور دس تاریخ کی طلوعِ فجر یا اس کے بعد نکلا تو کہا جائے گا کہ اس کا وقوف فوت ہو گیا کیونکہ وقوف عرفہ حج کا رُکن ہے چنانچہ علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

و الوقوف فی أوانه (۹۰)

یعنی، وقوف کے وقت میں وقوف کرنا حج کا فرض ہے۔ اور اس رُکن کے فوت ہو جانے سے حج فوت ہو جاتا ہے۔

اور مسجد کا نام، مسجد نمرہ تو اس مغرب کی سمت ایک چھوٹی پہاڑی ہے جس کا نام نمرہ ہے، اسی مناسبت سے اسے مسجد نمرہ کہا جاتا ہے۔ عرفہ کے روز رسول اللہ ﷺ نے یہیں ایک خیمہ قائم فرمایا تھا، زوال کے بعد آپ نے قریب ہی وادیٔ عُرنہ میں خطبہ ارشاد فرمایا، نماز کی امامت فرمائی، پھر جبلِ رحمت کے قریب چٹانوں کے پاس تشریف لائے، غروبِ آفتاب تک یہیں دُعا میں مشغول رہے، غروب کے بعد مزدلفہ کے لئے روانہ ہوئے۔ حدیث شریف میں ہے:

وَ أَمَرَ بِقُبَّةٍ مِنْ شَعْرٍ تُضْرَبُ بِنَمِرَةَ فَسَارَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَ لَا تَشُكُّ قُرَيْشٌ إِلَّا أَنَّهُ وَاقِفٌ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ كَمَا كَانَتْ قُرَيْشٌ تَصْنَعُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَأَجَازَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى أَتٰى عَرَفَةَ، فَوَجَدَ الْقُبَّةَ قَدْ ضُرِبَتْ لَهُ بِنَمِرَةَ فَنَزَلَ بِهَا، حَتّٰى إِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ، أَمَرَ بِالْقَصْوَاءِ، فَرُحِلَتْ لَهُ، فَأَتٰى بَطْنَ الْوَادِيْ، فَخَطَبَ النَّاسَ، ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى الظُّهْرَ، ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى الْعَصْرَ، وَ لَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا شَيْئًا، ثُمَّ رَكِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى أَتَى الْمَوْقِفَ الخ ملخصًا (۹۱)

۹۰۔ الدر المختار: ۲/۴۶۷

۹۱۔ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبی ﷺ، ص ۴۵۵، ۴۵۶، برقم: ۱۴۷/۱۲۱۸

یعنی، آپ نے بالوں سے بنے ہوئے ایک خیمہ کو مقام نمرہ میں نصب کرنے کا حکم فرمایا، پھر رسول اللہ ﷺ روانہ ہوئے، قریش کو یقین تھا کہ آپ مشعر الحرام (مزدلفہ) میں ٹھہر جائیں گے جیسا کہ زمانۂ جاہلیت میں قریش کیا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ وہاں سے گزر کر عرفات پہنچے، وہاں مقام نمرہ میں اپنا خیمہ نصب کیا ہوا پایا، آپ اس خیمہ میں ٹھہرے حتی کہ سورج ڈھل گیا پھر آپ نے اپنی اونٹنی قصواء کو تیار کرنے کا حکم فرمایا، پھر آپ نے بطن وادی میں آکر لوگوں کو خطبہ دیا، پھر اذان و اقامت ہوئی اور آپ نے ظہر کی نماز پڑھائی پھر اقامت ہوئی اور آپ نے عصر کی نماز پڑھائی، ان دونوں نمازوں کے درمیان کوئی اور نماز نہ پڑھی، پھر رسول اللہ ﷺ سوار ہوئے یہاں تک کہ وقوف کی جگہ (جبل رحمت کے پاس) آئے الخ

جس جگہ آنحضرت ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا تھا اور نماز پڑھائی تھی وہاں دوسری صدی ہجری میں یہ مسجد بنا دی گئی، اور رسول اللہ ﷺ نے وادی عُرنہ میں حج کا خطبہ ارشاد فرمایا تھا اور یہ وادئ عرفات سے باہر ہے جیسا کہ فقہاء کرام کی تصریحات سے ثابت ہے، بالآخر اس جگہ جو مسجد بنی وہ بھی عرفات سے باہر تھی۔ بعد میں اس میں توسیع ہوتی رہی، یہی وجہ ہے کہ مسجد نمرہ دو حصوں میں تقسیم ہے، اگلا حصہ عرفات سے باہر ہے اور یہ مسجد کا قدیم حصہ ہے اور پچھلا حصہ عرفات کے اندر ہے اور یہ بعد کی توسیعات ہیں اور یہ مسجد عرفات کی مغربی حُدود پر واقع ہے اور اس وقت مسجد کے اندر بھی عرفات کی حدّ کو واضح کرنے کے لئے بورڈ لگے ہوئے ہیں جس سے حاجی بآسانی جان سکتا ہے کہ یہ حصہ عرفات میں ہے یا نہیں۔ اور یہ کہنا کہ حضور ﷺ نے خطبہ جبلِ رحمت کے پاس دیا سمجھ میں نہیں آتا کیونکہ مندرجہ سطور میں مذکور مسلم شریف کی حدیث سے واضح طور پر مذکور ہے کہ آپ نے خطبہ نمرہ کے مقام پر دیا اور نمرہ حدودِ عرفات سے باہر ہے اور فقہاء احناف نے لکھا ہے کہ عرفات آنے کے بعد امام نے پہلے خطبہ دینا ہے اور پھر ظہر و عصر کی

نمازیں پڑھاتی ہیں۔ چنانچہ علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

فبعد الزوال قبل صلاة الظهر خطب الإمام في المسجد خطبتين كالجمعة الخ (۹۲)

یعنی، (یومِ عرفہ) تو زوال کے بعد نمازِ ظہر سے قبل امام مسجد میں جمعہ کی مثل دو خطبے دے گا۔

اور مسجد سے مراد مسجد نمرہ ہے چنانچہ "در" کی اپنی عبارت کے تحت علامہ شامی لکھتے ہیں:

ثم سار إلى المسجد أى مسجد نمرة (۹۳)

یعنی، اس سے بھی ثابت ہے کہ خطبہ و نماز مسجد نمرہ میں ہے اور اس کا کچھ حصہ عرفات سے خارج ہے۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ١٤ ذی القعدة ١٤٢٧ھ، ٦ دیسمبر ٢٠٠٦ م (271-F)

حاجی اور یومِ عرفہ کا روزہ

استفتاء:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ حاجی کو یومِ عرفہ کا روزہ رکھنا چاہئے یا افطار کرنا چاہئے، اگر رکھ لے تو کیا حکم ہے؟

(السائل: عبدالواحد، کراچی)

باسمه تعالىٰ وتقدس الجواب: بعض فقہاء کرام نے لکھا ہے اگر حاجی سمجھے کہ روزہ اُسے افعالِ حج کی ادائیگی سے عاجز نہیں کرے گا اور ادائیگی افعال میں اُسے روزے کے سبب نقاہت و کمزوری نہیں ہوگی تو وہ روزہ رکھ لے تو اس میں کوئی حرج نہیں اور بعض نے لکھا کہ اس صورت میں اس کے لئے روزہ مستحب ہے، اور یہ بھی فرمایا حاجی یومِ عرفہ اگر اپنے اندر نقاہت محسوس کرے یا اُسے اس کا خوف ہو اور وہ روزے سے ہو اس

۹۲۔ الدر المختار: ۲/۵۰۴

۹۳۔ رد المحتار على الدر المختار، المجلد (۲)، کتاب الحج، مطلب: الرواح إلى عرفات، ص ۵۰۴

صورت میں اُسے افطار کرنے کی اجازت ہے کہ بعد میں اس کی قضا کرلے گا اور نقاہت و کمزوری محسوس ہونے یا اس کا خوف ہونے کی صورت میں روزہ رکھنا مکروہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ علامہ عالم بن العلاء الانصاری متوفی ۷۸٦ھ لکھتے ہیں:

و لا بأس بصوم عرفة وهو أفضل لمن قوى عليه فى السفر و الحضر، رواه الحسن، و قد روى فيه نهى ، و كذا صوم يوم التروية، و قيل: النهى فى حق الحاج إن كان يضعفه أو يخاف الضعف، و فى "الذخيرة" الواقف بعرفات إذا كان صائماً و خاف أن يضعفه يفطر، و فى "الفتاوى العتابية" صوم يوم عرفة و التروية مستحب فى حق غير الحاج و كذا من لا يخاف الضعف من الحاج (۹٤)

یعنی، یوم عرفہ کا روزہ رکھنے میں کوئی حرج نہیں اور یہ روزہ اس کے لئے افضل ہے جو سفر و حضر میں اس کی طاقت رکھتا ہو، اِسے حسن بن زیاد نے روایت کیا، اور اس میں نہی (منع) کو بھی روایت کیا گیا ہے، اسی طرح یومِ ترویہ (۸ ذوالحجہ) کا روزہ، اور کہا گیا ہے نہی (ممانعت) حاجی کے حق میں ہے، اگر روزہ اُسے کمزور کرے یا اُسے کمزوری کا خوف ہو اور ''ذخیرہ'' میں ہے کہ عرفات میں وقوف کرنے والا جب روزہ دار ہو اور اُسے خوف ہو کہ روزہ اُسے کمزور کردے گا تو وہ افطار کرلے (یعنی اس صورت میں اس پر قضا لازم ہوگی) اور ''فتاوی عتابیہ'' میں ہے کہ غیر حاجی کے حق میں یومِ عرفہ اور یومِ ترویہ (یعنی ۸ اور ۹ ذوالحجہ) کا روزہ مستحب ہے، اس طرح حاجیوں میں سے اس حاجی کے حق میں جسے کمزوری کا خوف نہ ہو۔

۹٤۔ الفتاوى التاتارخانية، المجلد (۲)، كتاب الصوم، الفصل الثامن فى بيان الأوقات التى يكره فيها الصوم، ص ۲۹۵

اور علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں: و عرفة و لو لحاجّ لم یضعفه

اور اس کے تحت علامہ سید محمد ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

صفة لحاج أی کان لا یضعفه عن الوقوف بعرفات، و لا یحل بالدعوات "محیط" فلو أضعفه کره (۹۵)

یعنی، مندوب ہے عرفہ کا روزہ اگرچہ حاجی کے لئے جب کہ حاجی کو کمزور نہ کرے (درمختار) یہ حاجی کی صفت ہے یعنی روزہ اگر اُسے وقوفِ عرفات سے کمزور نہیں کرتا اور دعائیں مانگنے میں حائل نہیں ہوتا۔ "محیط" میں ہے اگر اسے کمزور کرتا ہے تو مکروہ (تحریمی کما فی الدر) ہے۔

اور بعض نے لکھا اس روز حاجی کے لئے مسنون یہ ہے کہ وہ روزہ دار نہ ہو، چنانچہ علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں:

أما سننه فالاغتسال...... و أن یکون مفطراً الخ (۹۶)

یعنی، مگر وقوف عرفہ کی سنّتیں پس غسل کرنا ہے...... اور روزہ دار نہ ہونا ہے الخ

اور بعض نے مطلق مکروہ لکھا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یوم عرفہ کی صبح حاجی منیٰ سے عرفات کا سفر کرتا ہے پھر وقوفِ عرفہ اور عصر تا مغرب دعا و مناجات میں رہتا ہے اور یہ وہ وقت ہوتا ہے جب روزہ دار طبعی طور پر کمزوری محسوس کرنے لگتا ہے کہ وہ اس وقت زیادہ محنت نہیں کر پاتا، اس طرح زیادہ بول بھی نہیں پاتا جب کہ اس نے اس وقت قیام کرنا ہے اور پورا وقت دعا و التجا میں گزارنا ہے تو روزہ دار حاجی کے بارے میں قوی امکان اور غالب گمان یہی ہے کہ وہ قیام و دعا میں روزے کی وجہ سے پیدا ہونے والی کمزوری کے سبب اس میں سُست پڑ جائے، لہٰذا اس کے حق میں افضل ہے کہ روزہ نہ رکھے اور غالب کا اعتبار کرتے ہوئے بعض فقہاء نے اس روز

۹۵۔ رد المحتار علی الدر المختار، المجلد (۳)، کتاب الصوم، ص ۳۹۱

حاجی کے لئے روزہ کو مطلق مکروہ لکھا ہے، اس طرح آٹھ تاریخ کے روزے کو بھی حاجی کے حق میں مکروہ لکھا، چنانچہ علامہ طاہر بن عبد الرشید بخاری حنفی متوفی ۵۴۲ھ لکھتے ہیں:

و یکره صوم یوم عرفة بعرفات و کذا یوم الترویة، لأنه یعجزه عن أداء أفعال الحج (۹۷)

یعنی، عرفات میں یوم عرفہ کا روزہ رکھنا مکروہ ہے اور اسی طرح یوم ترویہ (۸ ذوالحجہ) کا روزہ کیونکہ روزہ حاجی کو افعالِ حج کی ادائیگی سے عاجز کردے گا۔

اور جہتِ کراہت کو ترجیح اس وجہ سے بھی ہے کہ حاجی کے حق میں اس روز روزہ سے ممانعت حدیث شریف سے ثابت ہے، چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

اُمّ المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بیہقی و طبرانی رحمہما اللہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عرفہ کے روز روزہ کو ہزار دن کے برابر بتاتے۔ مگر حج کرنے والے پر جو عرفات میں ہے، اُسے عرفہ کے دن کا روزہ مکروہ ہے کہ ابوداؤد و نسائی و ابن خزیمہ رحمہم اللہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور ﷺ نے عرفہ میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا۔ (۹۸)

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۸ شوال المکرم ۱۴۲۷ھ، ۱ نوفمبر ۲۰۰۶م (F-235)

عرفات میں نو ذوالحجہ کو جمع بین الصلاتین کا حکم

استفتاء:- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ عرفات میں جمع بین الصلاتین کو واجب سے بھی بڑھ کر جانتے ہیں اس جمع کی شرائط اور صحتِ

۹۷۔ خلاصة الفتاوی، المجلد (۱)، کتاب الصوم، الفصل الخامس فی الحظر و الإباحة، ص ۲۶۴

اقتداء کی شرطیں بھی نظر انداز کر دیتے ہیں، آپ بتائیے کہ یہ جمع ہمارے فقہ میں کیا ہے واجب ہے یا مستحب؟

(السائل: محمد سہیل قادری)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: عرفات میں یوم عرفہ نماز ظہر وعصر کو ظہر کے وقت میں جمع کرنا ہمارے نزدیک مستحب ہے جب کہ یہ جمع ان شرائط کے مطابق ہو جن کا پایا جانا اس وقت اور اس مقام پر جمع بین الصلاتین کے لئے ضروری ہے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

وازانہاست جمع کردن میان نماز ظہر وعصر در وقت بشروطی کہ ذکر آنہا ہم در بابِ مذکور خواہد آمد (۹۹)

یعنی، حج کے مستحبات میں سے ظہر اور عصر کی نمازوں کا ظہر کے وقت ان شرائط کے مطابق جمع کرنا جو باب مذکور (یعنی بابِ وقوف) میں ذکر کی جائیں گی۔

اور علامہ محمد سلیمان اشرف لکھتے ہیں:

ظہر اور عصر جمع کرنے کی اجازت آج چند شرائط کے ساتھ ہیں، نو (۹) ذی الحج ہو، مقام عرفات ہو، نماز جماعت کے ساتھ ہو، جماعت کا امام امیر المؤمنین یا اس کا نائب ہو، اگر کسی نے امام کے ساتھ نہیں پڑھی تنہا پڑھی یا اپنی جماعت علیحدہ قائم کی تو اس کے لئے جمع کرنا ہرگز جائز نہیں۔ (۱۰۰)

اور لکھتے ہیں:

آج عصر کی نماز قبل از وقت پڑھنا اس وقت جائز ہے جب کہ جمع کی ساری شرطیں پائی جائیں۔ (۱۰۱)

۹۹۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، مقدمۃ الرسالہ، فصل سیوم، مستحبات حج، ص ۴۸

۱۰۰۔ الحج، مصنفہ محمد سلیمان اشرف، ص ۱۲۱

۱۰۱۔ الحج، ص ۱۲۱

لہٰذا اس تاریخ کو اس مقام پر جمع بین الصلاتین تب مستحب ہے جب جمع کی شرائط پائی جائیں اور مستحب کا حکم کیا ہے چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی لکھتے ہیں:

حکم مستحبات آنست کہ حاصل شود مر فاعل آنہا را اجر زائد بفعل آنہا اگرچہ اجر او فروتر ست از اجر فعل سنّت موکدہ وفوت می شود اجر بترک آن و لازم نمی آید تبترک آن اسائت و کراہت بخلاف سنّت مؤکدہ کہ کراہۃ و اسائت در ترک آن لازم است (۳۹۳)

یعنی، مستحبات کا حکم یہ ہے کہ ان کے کرنے والے کو ان کی ادائیگی پر زائد اجر و ثواب ملتا ہے گو کہ وہ اجر سنّت مؤکدہ کے ثواب سے کم ہے اور ان (یعنی مستحبات) کے ترک کر دینے پر زائد اجر نہیں ملتا اور ان کے ترک پر کراہت و اسائت بھی لازم نہیں آتی بخلاف سنّت مؤکدہ کے کہ ان کے ترک پر کراہت اور اسائت لازم آتی ہے۔

یہ تو اس صورت میں ہے جب جمع بین الصلاتین کی شرائط پائی جائیں اور فی زمانہ شرائطِ جمع کا تحقق مشکل ہے اور شرائط کے تحقق کی صورت میں بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ خیمے اکثر اوقات مسجد سے بہت دُور ہوتے ہیں، کچھ حاجیوں کو بسیں رات میں ہی خیمے تک پہنچا دیتی ہیں اور دن میں ازدحام کی وجہ سے بمشکل خیموں تک پہنچا پاتی ہیں، بسا اوقات ایسے بھی دیکھنے میں آیا کہ حاجی راستوں میں ہی بسوں میں مقید ہوتا ہے اور وہ اگر خیمہ میں ہے تو وہاں سے نکل کر اقتداء امام کے لئے جانا دشوار اور وہیں پر مائک کی آواز پر اقتداء درست نہیں ہوگی، اور پھر خیمہ دُور ہے تو صحتِ اقتداء کی شرائط متحقق نہ تو نماز ہی نہ ہوگی۔ تو ایک مستحب عمل کے حصول کے لئے عرفہ کے روز میدان عرفات میں فرض نماز کا ترک حماقت کے سوا کچھ نہیں۔ اور یہی لوگ جو ایک مستحب کے حصول کے لئے بحث و مباحثہ کرتے ہیں سمجھانے پر بھی ماننے کو تیار نہیں ہوتے ان کو دیکھو گے تو ان متعدد سنّتوں کو بھی ترک کر دیتے ہیں جو مؤکدہ ہیں اور واجب کے ترک کے لئے بھی بہانے تلاش کرتے ہیں اور لوگوں کی دیکھا دیکھی کئی ایسے کام

۱۰۲۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، ص۴۹

کرتے ہیں جو ممنوع ہوتے ہیں اور کئی ایسے کام چھوڑ دیتے ہیں جو سنّت یا واجب ہوتے ہیں اور دلیل ان کی عوام الناس ہوتے ہیں حالانکہ وہ کسی فعل کے جواز وعدم جواز کی دلیل نہیں ہیں، معیارِ اسلام نہیں، معیارِ اسلام قرآن وسنّت ہیں اور قرآن وسنّت سے مقصود ہدایت ہے اور ہدایت کا حصول اَوامر پر عمل اور منہیات سے اجتناب کے ذریعے ہے اور فقہ کے نام سے ان کو مرتّب کیا گیا ہے، لہٰذا ہمیں اپنی فقہ کو دیکھنا ہے نہ کہ کسی اور کو۔

والله تعالى أعلم بالصواب

يوم السبت، ٣ ذو الحجة ١٤٢٧ھ، ٢٣ ديسمبر ٢٠٠٦م (317-F)

مناسکِ مزدلفہ

شبِ مزدلفہ میں مغرب وعشاء کا حکم

استفتاء:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مزدلفہ میں مغرب وعشاء کو ملا کر پڑھنا یعنی جمع بین الصلاتین کیا ہے؟ نیز بتایئے کہ مغرب وعشاء ملا کر پڑھنے کی صورت میں درمیان میں سنتیں پڑھے یا نہیں اور اگر پڑھ لے تو کیا حکم ہے؟ اور یہ بھی بتایئے کہ جماعت کے ساتھ پڑھنے کی صورت میں ہر نماز کے لئے الگ اقامت کہی جائے یا ایک اقامت ہی کافی ہے؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: امام اعظم امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک مزدلفہ میں مغرب کی نماز کو مؤخر کر کے عشاء کے وقت میں پڑھنا واجب ہے اور ان کی دلیل نبی ﷺ کا قول اور فعل ہے، چنانچہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما مروی ہے فرماتے ہیں:

"دَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ عَرَفَةَ حَتّٰى إِذَا كَانَ بِالشَّعْبِ نَزَلَ فَبَالَ ثُمَّ تَوَضَّأَ وَ لَمْ يُسْبِغِ الْوُضُوْءَ، فَقُلْتُ لَهُ: الصَّلَاةَ، قَالَ: "الصَّلَاةُ أَمَامَكَ" فَرَكِبَ فَلَمَّا جَاءَ الْمُزْدَلِفَةَ نَزَلَ فَتَوَضَّأَ فَأَسْبَغَ الْوُضُوْءَ، ثُمَّ أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ الخ (١٠٣)

یعنی، رسول اللہ ﷺ عرفات سے لوٹے ایک گھاٹی پر اُتر کر بول فرمایا پھر وضو فرمایا اور خفیف وضو فرمایا، میں نے عرض کی نماز، آپ نے

١٠٣۔ رواه البخاری فی "صحیحه" فی کتاب الوضوء، باب إسباغ الوضوء، الحدیث: ١٣٩، و أیضاً فی باب الجمع بین الصلاتین بالمزدلفة، و مسلم فی "صحیحه" فی کتاب الحج، باب الإفاضة من عرفات إلی الخ، الحدیث: ٢٧٦/١٢٨٠، و اللفظ لمسلم

فرمایا ''نماز کی جگہ تمہارے آگے ہے'' (یعنی مزدلفہ میں) پھر سوار ہوئے جب مزدلفہ آئے تو آپ اُترے، آپ نے وضو فرمایا اور مکمل وضو فرمایا پھر نماز کی اقامت کہی گئی پھر آپ نے مغرب کی نماز پڑھی الخ۔

اسی طرح دوسری روایت ہے کہ

عن ابن عمر قال جَمَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بَیْنَ المَغرِبِ وَ الْعِشَاءِ بِجَمْعٍ صَلَّی الْمَغْرِبَ ثَلاَثًا وَ الْعِشَاءَ رَکْعَتَیْنِ الخ رواہ مسلم فی "صحیحہ" فی کتاب الحج، باب الإفاضة من عرفات الخ،

الحدیث: ۱۲۸۸/۲۹

یعنی، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مزدلفہ میں مغرب وعشاء نماز جمع کر کے پڑھی آپ مغرب کی تین رکعات اور عشاء کی دو رکعت پڑھیں۔

تو مندرجہ بالا احادیث میں سے حدیث اسامہ میں ہے کہ جب انہوں نے نبی ﷺ کو نماز مغرب یاد دلائی تو آپ نے فرمایا:

"اَلصَّلاۃُ أَمَامَکَ"

یعنی نماز کا وقت آگے ہے۔

اس میں اشارہ ہے کہ تاخیر واجب ہے اور تاخیر اس لئے واجب ہے کہ مزدلفہ میں دونوں نمازوں کو جمع کر کے پڑھا جا سکے اسی لئے جب کوئی راستے میں مغرب پڑھ لے جب تک طلوع فجر نہ ہو اس پر اعادہ واجب ہوتا ہے وہ اس لئے کہ دونوں نمازیں جمع کی جا سکیں اور علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

ھذا إشارة إلی أن التأخیر واجب، إنما وجب لیمکنه الجمع بین الصلاتین بالمزدلفة فکان علیه الإعادة ما لم یطلع الفجر لیصیر جامعاً بینھما (۱۰۴)

یعنی، یہ اشارہ ہے اس طرف کہ تأخیر واجب ہے اور یہ تأخیر اس لئے واجب ہے کہ مزدلفہ میں دونوں نمازیں جمع کی جاسکیں تو جب تک طلوعِ فجر نہ ہو تو اس پر اعادہ واجب ہے تاکہ وہ دونوں نمازوں کو جمع کرنے والا ہو جائے۔

اور پھر مشاہدہ یہی ہے کہ ابھی عشاء کا بہت وقت باقی ہوتا ہے لوگ راستے میں ہی نمازیں پڑھنا شروع کر دیتے ہیں اور ہمارے حنفی بھائی بھی ان کی دیکھا دیکھی نماز پڑھ لیتے ہیں جب کہ نمازِ مغرب و عشاء کو عشاء کے وقت مزدلفہ میں پڑھنا واجب ہے تو ایسی صورت میں یہ لوگ ترکِ واجب کا ارتکاب کرتے ہیں جب یہ لوگ مزدلفہ پہنچ جائیں تو ان پر لازم ہے کہ نمازِ مغرب راستہ میں پڑھنے کی صورت میں اس کا اعادہ کریں اور اگر دونوں ہی راستے میں پڑھ لی تھیں تو دونوں کا اعادہ کریں کیونکہ ان کو راستے میں مغرب نماز پڑھنا جائز نہ تھا، چنانچہ امام ابو الحسین قدوری متوفی ۴۲۸ھ لکھتے ہیں:

و من صلّی المغرب فی الطریق لم یجز عند أبی حنیفة محمد (۱۰۵)

یعنی، جس نے راستے میں نمازِ مغرب پڑھ لی تو امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک جائز نہ ہوئی۔

اور جب تک طلوع فجر نہ ہو اعادہ لازم ہے، چنانچہ علامہ قاسم بن قطلو بغا مصری حنفی متوفی ۸۷۹ھ لکھتے ہیں:

و علیه إعادتها ما لم یطلع الفجر و قال أبو یوسف یجزیه و قد أساء و رجح فی "الهدایة" و غیرها دلیلها و اعتمد قولهما المحبوبی و النسفی (۱۰۶)

یعنی، اور جب تک فجر طلوع نہ ہو اس پر (راستے میں پڑھی ہوئی) نماز کا اعادہ واجب ہے اور امام ابو یوسف فرماتے ہیں راستے میں پڑھی ہوئی

۱۰۵۔ مختصر القدوری مع التصحیح و الترجیح، کتاب الحج، ص ۲۱۰

نماز اُسے جائز ہوگئی اور اس نے (راستے میں نماز پڑھ کر) اسائت کا ارتکاب کیا (یعنی بُرا کیا) اور ''ہدایہ'' وغیرہما میں طرفین کی دلیل کو ترجیح دی گئی اور ان دونوں ائمہ کے قول پر محبوبی (نے وقایۃ الروایہ میں) اور نسفی نے (کنز الدقائق میں) اعتماد کیا۔

اور اگر کسی نے مزدلفہ آکر راستے میں پڑھی نماز کا اعادہ نہ کیا یہاں تک کہ فجر کا وقت شروع ہوگیا تو اعادہ ساقط ہو جائے گا چنانچہ علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

و إذا طلع لا یمکنه الجمع فسقطت الإعادة (۱۰۷)

یعنی، فجر طلوع ہو جائے اس کے لئے جمع بین الصلاتین ممکن نہ رہے تو اعادہ ساقط ہے۔

اور ترک واجب و عدم اعادہ کے باوجود ایسے شخص پر دَم وغیرہ کچھ لازم نہ ہوگا کیونکہ یہ واجب اُن واجبات میں سے ہے کہ جن کے ترک پر دَم لازم نہیں آئے گا چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

دویم آنکہ ترک کنند تاخیر مغرب را برائے جمع اُو با عشاء در مزدلفہ (۱۰۸)

یعنی، دوسرا یہ کہ مغرب کو عشاء کے ساتھ مزدلفہ میں پڑھنے کے لئے مغرب کی تاخیر کو ترک کردے۔

اور عدم وجوب دَم کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اما وجوبِ دم در ترک تاخیر مغرب برائے جمع او با عشا در مزدلفۃ پس بواسطہ انکہ تصریح واقع شدہ است از ابی حنیفہ بآنکہ چون تاخیر نکرد مغرب در شب مزدلفہ بلکہ ادا کرد ہر نمازی را در وقت خود پس اوترک کرد واجب را در حق نمازِ مغرب ولیکن چون طالع گشت فجر از شب مزدلفہ منقلب گشت مغرب بجواز وزائل گشت نقصان از وی (۱۰۹)

۱۰۷۔ الهدایة، المجلد (۱۔۲)، کتاب الحج، باب الإحرام، ص ۱۵۸

۱۰۸۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، ص ۴۵

۱۰۹۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، مقدمة الرساله، فصل سوم، ص ۴۶

یعنی، نمازِ مغرب کو عشاء کے ساتھ ملا کر مزدلفہ میں پڑھنے کے لئے موٴخر کرنے کے ترک پر دم کا واجب ہونا اس واسطے سے ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے تصریح واقع ہوئی ہے کہ جب مزدلفہ کی رات مغرب کو موٴخر نہ کرے بلکہ اسے اپنے وقت پر ہی ادا کر لے اور واجب کو ترک کر دے تو اس نے نمازِ مغرب کے حق میں واجب کو چھوڑ دیا، لیکن شب مزدلفہ کی فجر طلوع ہو جائے تو مغرب کا فرض پھر کے جائز ہو جائے گا اور اس سے (ترکِ واجب کا) نقصان زائل ہو جائے گا۔

اور مغرب وعشاء کے مابین سنّتیں ونوافل کچھ نہیں پڑھے گا کیونکہ مندرجہ بالا سطور میں بیان کردہ حدیثِ اُسامہ میں ہے:

"فَلَمَّا جَاءَ الْمُزْدَلِفَةَ نَزَلَ وَ تَوَضَّأَ وَ أَسْبَغَ الْوُضُوءَ ثُمَّ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ ثُمَّ أَنَاخَ كُلُّ إِنْسَانٍ بَعِيرَهُ فِي مَنْزِلِهِ ثُمَّ أُقِيمَتِ الْعِشَاءُ فَصَلَّاهَا وَ لَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا رواه البخاری و مسلم۔ و اللفظ لمسلم

یعنی، رسول اللہ ﷺ جب مزدلفہ تشریف لائے آپ اُترے، آپ نے وضو فرمایا اور مکمل وضو فرمایا پھر نماز کی اقامت کہی گئی پھر آپ نے مغرب کی نماز پڑھی ہر شخص نے اپنے اونٹ کو اس کی جگہ بٹھا دیا پھر عشاء کی اقامت کہی گئی آپ نے نمازِ عشاء پڑھی اور آپ نے ان دونوں (یعنی مغرب وعشاء کے فرائض) کے درمیان کوئی نماز نہیں پڑھی۔

تو اس حدیث میں تصریح ہے کہ آپ ﷺ نے مغرب وعشاء کے مابین کوئی نماز نہیں پڑھی، اس لئے فقہاء احناف نے فرمایا کہ حاجی درمیان میں سنّتیں نہیں پڑھے گا، چنانچہ امام ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

لا يتطوّع بينهما لأنه يخل بالجمع (۱۱۰)

۱۱۰۔ الهداية، المجلد (۱۔۲)، كتاب الحج، باب الإحرام، ص ۱۷۶

یعنی، نمازِ مغرب و عشاء کے مابین نفل نہیں پڑھے گا کیونکہ یہ جمع کو مخل ہے۔

اور رہی یہ بات کہ یہاں پر دونوں نمازیں ایک اذان اور ایک اقامت یا ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ پڑھی جائیں گی تو اس کا جواب یہ ہے کہ حاجی اس روز مغرب و عشاء ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ عشاء کے وقت میں ادا کرے گا، علامہ مرغینانی لکھتے ہیں:

و لنا رواية جابر رضى الله عنه "أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلوٰة و السَّلَامُ جَمَعَ بَيْنَهُمَا بِأَذَانٍ وَ إِقَامَةٍ وَاحِدَةٍ" و لأن العشاء فى وقته فلا يفرد بالإقامة إعلاماً بخلاف العصر بعرفة لأنه مقدم على وقته فأفرد بها لزيادة الإعلام (١١١)

یعنی، (اگرچہ مندرجہ بالا حدیث میں دو اقامتوں کا ذکر ہے مگر) ہماری دلیل حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ "نبی ﷺ نے مغرب اور عشاء دونوں کو ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ جمع فرمایا" (دوسری دلیل یہ ہے کہ) کیونکہ عشاء اپنے وقت پر ہے لہٰذا خبر دینے کے لئے علیحدہ سے اقامت نہیں کہی جائے گی برخلاف عرفات میں نمازِ عصر کے (کہ جمع کی شرائط پائی جانے کی صورت میں وہاں اس کے لئے الگ اقامت تھی) کیونکہ (وہاں) وہ اپنے وقت پر مقدم تھی تو خبر دینے کے لئے اقامت الگ سے کہی گئی۔

ہاں اگر مغرب پڑھ کر اس کے بعد سنّتیں پڑھ لے تو عشاء کے لئے الگ سے اقامت کا حکم ہوگا، چنانچہ علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

و لو تطوّع أو تشاغل بشیٔ أعاد الإقامة لوقوع الفصل (١١٢)

یعنی، اگر (مغرب و عشاء کے فرائض کے درمیان سنّتیں یا) نفل پڑھ

١١١۔ الهداية، المجلد (١۔٢)، كتاب الحج، باب الإحرام، ص ١٥٨

١١٢۔ الهداية، المجلد (١۔٢)، كتاب الحج، باب الإحرام، ص ١٥٨

لے یا کسی چیز میں مشغول ہو گیا تو فصل (جدائی) واقع ہونے کی وجہ سے (عشاء کے لئے) اقامت کا اعادہ کرے گا۔

والله تعالى أعلم بالصواب

یوم الأربعا، ۲٤ شوال المکرّم ۱٤۲۸ھ، ۷ نوفمبر ۲۰۰۷ م (F-415)

مزدلفہ میں حقوق العباد کی معافی

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مزدلفہ میں وقوف کرنے والے کے تمام حقوق العباد بھی معاف کر دیئے جاتے ہیں یا قیامت میں اللہ تعالیٰ سب کو جمع کر کے ظالم کو اختیار دے گا، چاہے معاف کرے یا بدلہ لے یا اللہ تعالیٰ ان کو جمع کر کے پھر خود چاہے تو ظالم کو معاف کرے، مظلوم کو اچھا بدلہ عطا کر دے؟

(السائل: محمد اشفاق، بہادر آباد، کراچی)

باسمه تعالى وتقدس الجواب: قاضی علی بن جار اللہ ابن ظہیرہ قرشی رحمۃ اللہ علیہ ایک ایسے ہی سوال کے جواب میں لکھتے ہیں، چنانچہ وہ سوال و جواب مندرجہ ذیل ہے:

سئل: عن الواقف بمزدلفة هل تغفر ذنوبه كلها حتى مظالم العباد مجّاناً أم لابدّ أن يجمع الظالم و المظلوم فإن شاء اقتص للمظلوم و إن شاء غفر للظالم و أرضى المظلوم ؟

فأجاب: ظاهر الحديث يدل على غفران كلّها و هو اللايق بحلم الله وسعت رحمته، فإن في الحديث أنه أعاد الدعاء المزدلفة أجيب إلى ما سأل صلى الله عليه وسلم فإنه قال: "إِنْ شِئتَ أَعْطَيتَ لِلمَظْلُومِ الجَنَّةَ وَ غَفَرتَ لِلظَّالِمِ" فظاهره الغفران مجّاناً لما في الحديث، فأجيب إلى ما سأل، و أما أنه يتحم

علیہ أن یجمع بین الظالم و المظلوم فلا نقول بہ، و لم یرد ما یدُلّ علی ذلک، لکن الحدیث فیہ إعلال من حیث الراوی، وھو کنانة أو أبو عباس بن مرداس، قال ابن حبان فی "کتاب الضعفاء": کنانة منکر الحدیث جداً فلا أدری التخلیط منہ أو من أبیہ، و أیّھما کان فھو ساقط الاحتجاج، قال البیھقی: وھذا الحدیث لہ شواھدٌ کثیرةٌ ذکرناھا فی "کتاب الشعب" فإن صحّ بشواھدہ ففیہ الحجة، وإن لم یصحّ فقد قال اللہ تعالی: ﴿وَ یَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذَالِکَ﴾ (النساء:٤/٤٨-١١٦) و ظلم بعضھم بغضاً دون الشرک۔ انتھیٰ، و فی بعض طرق الحدیث: "أَیۡ رَبِّ إِنۡ شِئۡتَ أَدۡخَلۡتَ أَوۡ أَعۡطَیۡتَ الۡمَظۡلُوۡمَ الۡجَنَّةَ، وَ غَفَرۡتَ لِلظَّالِمِ" وفی بعض طرقہ: "إِنۡ شِئۡتَ أَتَیۡتَ الۡمَظۡلُوۡمَ مِنَ الۡخَیۡرِ"، قال أکمل الدین فی "شرح الھدایة" بأن یرضی الخصوم بالإزدیاد فی مثوباتھم حتی یترکوا خصوماتھم فی الدماء، و المظالم۔ انتھی، و علی کلّ تقدیر ففضل اللہ واسع، ولہ أن یعذّب الطائع و یعفو عن الظالم لا یُسأل عما یفعل، واللہ تعالیٰ أعلم (١١٣)

یعنی، مزدلفہ میں وقوف کرنے والے کے متعلق پوچھا گیا، کیا اس کے سارے گناہ مفت معاف کر دیئے جائیں گے یہاں تک اس کے بندوں پر مظالم بھی یا ضروری ہے کہ ظالم اور مظلوم کو جمع کیا جائے، پھر چاہے تو مظلوم کے لئے بدلہ لے اور چاہے تو ظالم کو معاف فرما دے اور مظلوم کو راضی فرما دے۔ تو جواب دیا کہ حدیث شریف کا ظاہر سب

١١٣۔ فتاویٰ ذخیرة علی فتاویٰ قاضیخان، کتاب الحج، ص ٦، مخطوط مصوّر

کی بخشش (یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد کی بخشش) پر دلالت کرتا ہے،
پس حدیث شریف میں ہے کہ نبی ﷺ نے جب مزدلفہ میں دوبارہ دعا
کی تو جو آپ ﷺ نے دعا فرمائی اُسے قبول کرلیا گیا اور اللہ تعالیٰ جس
کی رحمت وسیع ہے اس کے حلم کے لائق یہی ہے۔ پس حضور ﷺ نے
اللہ پاک کی بارگاہ میں عرض کیا: ''اگر تو چاہے مظلوم کو جنت عطا فرما
دے اور ظالم کو بخش دے'' کیونکہ اس سے ظاہر بغیر بدلہ بخشش ہے جیسا
کہ حدیث شریف میں ہے کہ حضور ﷺ کو وہ عطا کیا گیا جس کا آپ نے
اپنے ربّ سے سوال کیا۔ اور یہ بات کہ اس پر واجب ہے کہ وہ ظالم اور
مظلوم کو ایک جگہ جمع کرے، تو ہم یہ بات نہیں کہتے کیونکہ ایسی کوئی
حدیث وارد نہیں ہے جو اس پر دلالت کرے، لیکن حدیث شریف تو اس
میں راوی کی طرف سے اِعلال ہے اور وہ کنانہ یا ان کے باپ عباس
بن مرداس ہیں، ابن حبان نے ''کتاب الضعفاء'' میں کہا کہ کنانہ مُنکر
الحدیث ہے، پس میں نہیں جانتا کہ تخلیط کنانہ سے یا اس کے باپ کی
طرف سے ہے اور ان دونوں میں سے جو بھی ہو وہ ساقط الاحتجاج ہے،
امام بیہقی نے فرمایا کہ اس حدیث کے کثیر شواہد ہیں جنہیں میں نے
''کتاب الشعب'' میں ذکر کیا ہے، پس حدیث اگر اپنے شواہد کے ساتھ
صحیح ہے تو اس میں حُجت ہے اور اگر حدیث صحیح نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کا فرمان
ہے: ''اس سے نیچے معاف فرما دیتا ہے'' حالانکہ بعض نے بعض پر ظلم کیا
ہے نہ کہ شرک، اور بعض طُرقِ حدیث میں ہے: ''اے ربّ اگر تو چاہے
تو داخل فرما دے مظلوم کو جنّت میں یا مظلوم کو جنّت عطا فرما دے اور ظالم
کو معاف فرما دے'' اور بعض طُرقِ حدیث میں ہے: ''اگر تو چاہے تو
مظلوم کو خیر عطا فرما دے''۔ اور علامہ اکمل الدین نے ''شرح ہدایہ'' میں
فرمایا کہ: اس طرح کہ (اس روز) مخاصمت کا حق رکھنے والوں کو ان کے

ثوابوں میں زیادتی دے دے، یہاں تک کہ وہ خون اور مظالم میں اپنی مخاصمت چھوڑ دیں۔ انتہیٰ، ہر تقدیر پر اللہ تعالیٰ کا فضل وسیع ہے، وہ مالک ہے کہ (چاہے) اطاعت گزار کو عذاب دے اور ظالم کو معاف فرما دے۔ وہ جو بھی کرے اس سے سوال نہیں کیا جاسکتا۔

اور امام اہلسنّت امام احمد رضا حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

اب دربارِ اعظم کی دوسری حاضری کا وقت آیا، ہاں کرم کے دروازے کھولے گئے ہیں کل عرفات میں حقوق اللہ معاف ہوئے تھے، یہاں حقوق العباد معاف فرمانے کا وعدہ ہے۔ (۱۱۴)

لہٰذا ظاہر تو سب کی بخشش ہے باقی بخشش کس طرح ہو تو اللہ تعالیٰ کا فضل وسیع ہے اور ذوالفضل کی بارگاہ سے امید یہی ہے کہ وہ بغیر بدلہ کے معاف فرمادے اور مظلوم کو اپنی جناب سے ثواب عطا کردے کہ جس سے وہ راضی ہوجائے۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

(245-F)

مزدلفہ سے منیٰ کو کب روانہ ہو

استفتاء:- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مزدلفہ سے کب منیٰ کو جانا چاہئے سورج طلوع ہونے سے قبل یا سورج طلوع ہونے کے بعد؟

(السائل: ایک حاجی، از لبیک حج گروپ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: یاد رہے کہ ''وقوفِ مزدلفہ کا وقت طلوعِ فجر سے اُجالا ہونے تک ہے اس کے درمیان میں وقوف نہ کیا تو فوت ہوگیا اگر اس وقت یہاں سے ہوکر گزر گیا تو وقوف ہوگیا بحوالہ عالمگیری (۱۱۵) اس لئے حاجی کو چاہئے کہ سورج نکلنے سے قبل جب خُوب اُجالا ہوجائے تو مزدلفہ سے منیٰ کو نکل جائے، یہی سنّت ہے اور

۱۱۴۔ انوار البشارہ، فصل پنجم منیٰ و مزدلفہ و باقی افعالِ حج، ص ۵۳

۱۱۵۔ بہارِ شریعت: ۶/ ۷۹

اگر وہ طلوعِ آفتاب کے بعد نکلا تو یہ خلافِ سنّت ہوا مگر اُس پر اِس صورت میں کچھ لازم نہ ہو گا، چنانچہ ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

و الحاصل أن الإفاضة علی وجه السنة، أن یکون بعد الإسفار من المشعر الحرام

یعنی، حاصل کلام یہ ہے کہ مزدلفہ سے سنّت کے مطابق رجوع یہ ہے کہ وہ خُوب اُجالا ہو جانے کے بعد مشعر حرام سے ہو۔

اور لکھتے ہیں:

و کذا لو دفع بعد طلوع الشمس سواء أفاض معه أم لا لا یلزم منه شئ و یکون مسیئاً لترکه السنّة

یعنی اور اس طرح اگر طلوعِ شمس کے بعد لوٹا، چاہے امام کے ساتھ لوٹا ہو یا نہ تو اس پر کچھ لازم نہ ہوگا اور وہ سنّت کو ترک کرنے کی وجہ سے اسائت (یعنی بُرا) کرنے والا ہوگا۔

اور اس کے سنّت ہونے کی دلیل حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی روایت ہے:

قَالَ إِنَّ الْمُشْرِکِیْنَ کَانُوا لَا یُفِیْضُوْنَ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ، وَ یَقُوْلُوْنَ: أَشْرِقْ ثَبِیْرُ، وَ إِنَّ النَّبِیَّ ﷺ خَالَفَهُمْ، ثُمَّ أَفَاضَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ (۱۱۶)

یعنی، بے شک آپ فرماتے ہیں کہ مشرکین مزدلفہ سے طلوعِ آفتاب سے قبل نہیں لوٹتے تھے اور کہتے تھے اے (جبلِ) ثبیر روشن ہو جا، اور نبی ﷺ نے ان کی مخالفت فرمائی، پھر طلوعِ آفتاب سے قبل (منیٰ کو) لوٹے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

چون فارغ شود از وقوفِ مزدلفہ و اسفار بسیار شود پس سنّت آن است کہ

۱۱۶۔ هدایة السالك إلی المذاهب الأربعة فی المناسك، المجلد (۳)، الباب الحادی عشر، فصل فی الدفع من مزدلفة إلیٰ منی، ص ۱۰۷٤

افاضہ نماید از مزدلفہ ہمراہ امام قبل از طلوعِ شمس، پس اگر توقف کردتا طلوعِ شمس در مزدلفہ خلاف سنّت کردہ باشد ولیکن لازم نباشد بروے چیزے از کفارت (۱۱۷)

یعنی، جب وقوفِ مزدلفہ سے فارغ ہو جائے اور خوب اُجالا ہو جائے تو سنّت یہ ہے کہ امام کے ساتھ مزدلفہ سے سورج نکلنے سے قبل لوٹے، پس اگر وہ طلوعِ آفتاب تک مزدلفہ میں ٹھہرا تو خلافِ سنّت کیا لیکن اس کی وجہ سے اس پر کوئی کفارہ لازم نہیں ہوگا۔

ہاں اگر طلوعِ فجر سے پہلے یہاں سے چلا گیا تو اس پر دَم واجب ہو گیا اور اس حکم سے بیماروں، عورتوں اور ضعیفوں کو مُستثنیٰ کیا گیا ہے چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ "فتاویٰ عالمگیری" کے حوالے سے لکھتے ہیں:

طلوعِ فجر سے پہلے جو یہاں (یعنی مزدلفہ) سے چلا گیا اس پر دَم واجب ہے مگر جب بیمار ہو یا عورت یا کمزور کہ ازدحام (بھیڑ) میں ضرر کا اندیشہ ہے اس وجہ سے پہلے چلا گیا تو اس پر کچھ نہیں۔ (۱۱۸)

اور اگر طلوعِ فجر کے بعد نمازِ فجر ادا کرنے سے پہلے منیٰ کو گیا تو اس نے بُرا کیا مگر دَم لازم نہ ہوا چنانچہ صدر الشریعہ "عالمگیری" کے حوالے سے لکھتے ہیں:

نماز سے قبل مگر طلوعِ فجر کے بعد یہاں سے چلا گیا یا طلوعِ آفتاب کے بعد گیا بُرا کیا اس پر دَم واجب نہیں۔ (۱۱۹)

اور اگر وہ خُوب اُجالا ہو جانے کے بعد لوٹا اور لوگوں کے ازدحام یا کسی اور وجہ سے حدودِ مزدلفہ سے نہ نکلا تھا کہ سورج طلوع ہو گیا تو اس صورت میں وہ سنّت کا خلاف کرنے والا نہ ہوگا جیسا کہ ملا علی قاری لکھتے ہیں:

حتی لو طلعت الشمس علیه و هو بمزدلفة لا یکون مخالفاً

۱۱۷۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، باب هفتم، فصل ششم دربیان کیفیة رجوع از مزدلفه بسوئے منی، ص ۱۹۸

۱۱۸۔ بہار شریعت، حصہ ششم، مزدلفہ کی روانگی اور اس کا وقوف، ص ۷۹

للسنّة (١٢٠)

یعنی، (خُوب اُجالا ہو جانے کے بعد حاجی مشعرِ حرام سے لوٹا) حتی کہ اس پر سورج طلوع ہو گیا اور وہ مزدلفہ میں تھا تو سنّت کا مخالف نہ ہوگا۔

اور اگر کوئی طلوعِ فجر کے بعد مزدلفہ میں پہنچا تو ترکِ سنّت ہوئی مگر دَم وغیرہ اس پر واجب نہیں کیونکہ رات مزدلفہ میں گزارنا سنّت ہے اور سنّت کے ترک پر دَم لازم نہیں آتا۔

اور یاد رہے مزدلفہ سے واپسی میں دوڑنا درست نہیں ہے بلکہ سکون اور وقار سے چلیں، چنانچہ امام عزالدین بن جماعہ کنانی متوفی ٧٦٧ھ لکھتے ہیں:

و السنّة: أن يتوجهوا إلى منى قبل طلوع الشمس و عليهم السكينة بالاتفاق، اقتداءً بالنبی ﷺ (١٢١)

یعنی، سنّت ہے کہ طلوعِ آفتاب سے قبل لوٹیں اور لوٹتے وقت اُن پر سکون لازم ہو۔

ہاں جب وادیٔ محسّر آئے تو وہاں سے تیزی کے ساتھ گزرے چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

فإذا بلغ بطن محسّر أسرع قدر رمية حجر و إن كان ماشياً حرّك دابته إن كان راكباً (١٢٢)

یعنی، پس جب وادیٔ محسّر کے بطن میں پہنچے تو پتھر پھینکنے کی مقدار چلنے میں جلدی کرے اگر پیدل ہو اور اگر سوار ہو تو اپنی سواری تیز کرے۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی متوفی ١٣٦٧ھ لکھتے ہیں:

جب وادی محسّر پہنچو تو پانچسو پینتالیس ہاتھ بہت جلد تیزی کے ساتھ چل کر نکل جاؤ مگر نہ وہ تیزی جس سے کسی کو ایذاء ہو۔ (١٢٣)

١٢٠۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، فصل فی التوجه إلى منى، ص ٢٤٤

١٢١۔ هداية السالك إلى مذاهب الأربعة فی المناسك: ١٠٧٥/٣

١٢٢۔ لباب المناسك، فصل فی التوجه إلى منى

ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

هذا يستحب عند الأئمة الأربعة

یعنی، یہ (یعنی اس مقام سے تیز گزرنا) ائمہ اربعہ (امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل) کے نزدیک مستحب ہے۔

فقد روى أحمد عن جابر أن النبيَّ ﷺ أَوْضَعَ فِيْ وَادِيْ مُحسّرٍ أي أَسْرَعَ

یعنی، امام احمد نے حضرت جابر سے روایت کیا کہ نبی ﷺ نے وادیٔ محسّر میں (گزرنے میں) جلدی کی۔

و فی "المؤطا" أن ابن عمر كَانَ يُحرِّكُ رَاحِلَتَهُ فِيْ مُحَسّرٍ قَدْرَ رَمْيَةِ حَجَرٍ

یعنی، "مؤطا" میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وادی محسّر میں پتھر پھینکنے کی مقدار اپنی سواری کو تیز کر دیتے۔

اور لکھتے ہیں کہ

و يقول في مروره: أَللّٰهُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ وَ لَا تُهْلِكْنَا بِعَذَابِكَ و عَافِنَا قَبْلَ ذَالِكَ (١٢٤)

یعنی، اے اللہ ہمیں اپنے غضب سے ہمیں قتل نہ کر اور اپنے عذاب سے ہمیں ہلاک نہ کر اور اس سے پہلے ہمیں عافیت دے۔

اور وادی محسّر منیٰ اور مزدلفہ کے بیچ میں ایک نالہ ہے دونوں کی حدود سے خارج، مزدلفہ سے منیٰ کو جاتے ہوئے بائیں ہاتھ کو جو پہاڑ پڑتا ہے اس کی چوٹی سے شروع ہو کر 545 ہاتھ تک ہے یہاں اصحابِ فیل (ہاتھی والے) آ کر ٹھہرے اور اُن پر عذاب ابابیل اُترا تھا۔ لہٰذا اس جگہ سے جلد گزرنا اور عذاب الٰہی سے پناہ مانگنا چاہئے۔ (١٢٥)

والله تعالى أعلم بالصواب

يوم الثلاثاء، ٢٨ ذی القعدة ١٤٢٧ھ، ١٩ ديسمبر ٢٠٠٦ م (300-F)

١٢٤_ المسلك المتقسّط فى المنسك المتوسّط، باب أحكام المزدلفة، فصل: في آداب التوجه إلى منىٰ، ص٢٤٥

قربانی

حج تمتع اور قران میں جانور ذبح کرتے وقت نیت

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حجِ تمتع یا حجِ قران میں جانور کو ذبح کرتے وقت دم شکر کی نیت کرنا ضروری ہے یا پہلے سے ہر متمتع یا قارن کو معلوم ہوتا ہے کہ اس نے جانور قربان کرنا ہے اور اس کی نیت بھی ہوتی ہے وہی نیت کافی ہوگی؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: اسے نئی نیت کرنا ضروری نہیں وہی سابقہ نیت کافی ہے چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

احتیاج نیست بسوی نیت برائی ذبح وکافی باشد نیت سابقہ کہ کردہ است دروقتِ احرام (۱۲۶)

یعنی، ذبح کے لئے نیت کی ضرورت نہیں، نیت سابقہ جو احرام کے وقت کی تھی وہی کافی ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الثلثاء، ۲۸ ذی القعدة ۱۴۲۷ھ، ۱۹ دیسمبر ۲۰۰۶م (F-299)

متمتع جانور ذبح نہ کرسکے تو کیا کرے

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے حجِ تمتع کیا اس پر قربانی لازم ہوئی لیکن وہ غریب ہے قربانی کی اس میں ہمت نہیں تو وہ کیا

۱۲۶۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، باب هشتم در بیان آنچه متعلق است از مناسک منیٰ، فصل سیوم در بیان ذبح هدی الخ، ص ۲۰۳

کرے؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: متمتع پر قربانی واجب ہے چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

پس اگر قارن یا متمتع است واجب باشد ذبح بروے (۱۲۷)

یعنی، پس اگر حاجی قارن یا متمتع ہے تو اس پر ذبح واجب ہے۔

اور اگر کوئی شخص محتاج ہو کہ اپنا اسباب بیچ کر بھی قربانی نہ کرسکتا ہو تو قربانی کے بدلے اس پر دس (۱۰) روزے واجب ہوں گے، چنانچہ قرآن کریم میں ہے

﴿فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِى الْحَجِّ وَ سَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ط﴾ الایة (۱۲۸)

ترجمہ: پھر جسے مقدور نہ ہو تو تین روزے حج کے دنوں میں رکھے اور سات جب اپنے گھر پلٹ کر جاؤ، یہ پورے دس ہیں۔ (کنز الایمان)

اس کے تحت مفسّر صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

یعنی یکم شوال سے نویں ذی الحجہ تک احرام باندھنے کے بعد اس درمیان میں جب چاہے رکھ لے خواہ ایک ساتھ یا متفرق کر کے، بہتر یہ ہے کہ ۷۔۸۔۹ ذی الحجہ کو رکھے۔ (خزائن العرفان)

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

محتاج محض جس کی ملکیت میں نہ قربانی کے لائق جانور ہو، نہ اس کے پاس اتنا نقد یا اسباب کہ اُسے بیچ کر لے سکے وہ اگر قران یا تمتع کی نیت کرلے گا تو اس پر قربانی کے بدلے دس روزے واجب ہوں گے، تین

۱۲۷۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب هشتم دربیان آنچه متعلق است از مناسك منیٰ، فصل سیوم دربیان ذبح هدی الخ، ص ۲۰۳

۱۲۸۔ البقرۃ: ۱۹۶/۲

توحج کے مہینوں میں یعنی یکم شوال سے نویں ذی الحجہ تک احرام باندھنے کے بعد اس بیچ میں جب چاہے رکھ لے ایک ساتھ خواہ جُدا جُدا۔ اور بہتر یہ ہے کہ سات، آٹھ، نو کو رکھے اور باقی سات تیرھویں ذوالحجہ کے بعد جب چاہے رکھے اور بہتر ہے کہ گھر پہنچ کر ہوں۔ (۱۲۹)

اور خلیفۂ اعلیٰ حضرت علامہ محمد سلیمان اشرف نقل کرتے ہیں:

و الأفضل أن يصوم قبل يوم التروية بيوم و يوم التروية و يوم عرفة (الهداية)

افضل یہ ہے کہ تین روزے حج سے قبل رکھے گا انہیں ساتویں آٹھویں اور نویں کو رکھے۔ (۱۳۰)

لہٰذا اُسے چاہئے کہ وہ قربانی کے بدلے مندرجہ بالا سطور میں ذکر کردہ ترتیب کے مطابق دس (۱۰) روزے رکھے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

يوم الثلثاء، ٢٨ ذی القعدة ١٤٢٧ھ، ١٩ ديسمبر ٢٠٠٦ م (298-F)

قربانی پر قدرت نہ رکھنے والے حاجی کے لئے روزہ کا حکم

استفتاء: ہم نے سُنا ہے کہ ۹ ذی الحج کا روزہ حاجیوں کو مکروہ ہے جب کہ علماء اس شخص کے بارے میں حکم دیتے ہیں کہ جس پر قربانی لازم ہو اور وہ قربانی نہ کر سکے تو اُسے دس روزے یعنی تین حج میں اور سات بعد میں رکھنے ہوتے ہیں، اس کے بارے میں علماء فرماتے ہیں افضل ہے کہ وہ تین روزے ۷، ۸، ۹ تاریخ کو رکھے تو کیا یہاں پر کراہت لازم نہ ہوگی اسی طرح ۸ ذوالحج کے روزے کا حکم بھی بتائیں۔

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: اور یومِ ترویہ یعنی ۸ ذوالحجہ کے

۱۲۹۔ بہارشریعت، جلد (۱)، حصہ (۶)، منیٰ کے اعمال اور حج کے بقیہ افعال، ص ۸۳

روزے کا بھی وہی حکم ہے جو یومِ عرفہ کے روزے کا ہے جیسا کہ "حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب" (ص ۱۷۸) میں ہیں۔

اور ایام حج کے تین روزے یکم شوال سے نویں ذی الحجہ تک احرام باندھنے کے بعد اس درمیان میں حاجی جب چاہے رکھ سکتا ہے باقی رہا علماء کرام کا یہ لکھنا کہ افضل ہے کہ ۷، ۸ اور ۹ کو رکھے یہ اس کے لئے افضل ہے جو طاقت رکھتا ہو کیونکہ فقہاء کرام نے یوم عرفہ اور یوم ترویہ کے روزے میں کراہت وعدم کراہت، استحباب اور عدم استحباب کی صورتیں ذکر کی ہیں اور اس سے کسی کو مستثنیٰ نہیں کیا یعنی ساتھ یہ نہیں لکھا کہ اس قاعدے اور اصول میں وہ شخص داخل نہیں کہ جس پر ذبح پر قدرت نہ ہونے سے دس روزے لازم ہیں۔ لہٰذا اس شخص کے لئے بھی اصول یہی ہے جو دوسروں کے لئے ہے۔

جہاں تک ۹ ذوالحجہ کے روزے کا سوال ہے تو اس کے لئے عرض یہ ہے کہ حاجی کے یومِ عرفہ کا روزہ مطلقاً مکروہ نہیں اگر روزے کی طاقت رکھتا ہو تو مکروہ نہیں ہے اور اگر کمزور ہے تو مکروہ ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی یوم عرفہ کے مستحبات میں لکھتے ہیں:

و الصوم لمن قوی و الفطر للضعیف (۱۳۱)

یعنی، قوی (طاقت ور) کے لئے روزہ مستحب ہے اور ضعیف کے لئے افطار۔

اور ملا علی قاری نقل کرتے ہیں کہ علامہ کرمانی فرماتے ہیں:

لا یکرہ للحاج الصوم فی یوم عرفة عندنا إلّا إذا کان یضعفه من أداء المناسك، فحینئذٍ ترکه أولی (۱۳۲)

یعنی، ہمارے نزدیک (یعنی احناف کے ہاں) حاجی کے لئے یوم عرفہ کا روزہ مکروہ نہیں ہے مگر جب روزہ اُسے ادائیگی مناسک سے کمزور کر دے تو اس وقت اس کا ترک اَولیٰ ہے۔

۱۳۱۔ لباب المناسک مع شرحہ، ص ۲۲۸

اور بعض فقہاء کرام نے حاجی کے لئے اس دن کا روزہ مکروہ لکھا ہے تو اس کا جواب یہ ہے انہوں نے غالب کا اعتبار کیا ہے کیونکہ اس زمانے میں غالب و اکثر یہی تھا کہ اس دن روزہ رکھنے کی وجہ سے حاجیوں کو مناسک کی ادائیگی میں مشکل پیش آتی تھی جس کا اندازہ پانچویں چھٹی صدی ہجری اور فی زمانہ کے حالات اور سہولتوں کو دیکھ کر بخوبی لگایا جا سکتا ہے چنانچہ ملا علی قاری "فتاویٰ خانیہ" میں مذکور قولِ کراہت ذکر کرتے ہوئے اس کا جواب دیتے ہیں:

و أمّا ما في "الخانية": و يكره صوم يوم عرفة بعرفات، و كذا صوم يوم التروية لأنه يعجزه عن أداء أفعال الحج فمبني على حكم الأغلب (۱۳۳)

یعنی، مگر جو "خانیہ" میں ہے کہ یومِ عرفہ کا روزہ عرفات میں مکروہ ہے اور اسی طرح یوم ترویہ (۸ ذوالحجہ) کا روزہ (مکروہ ہے) کیونکہ وہ اُسے افعالِ حج کی ادائیگی سے عاجز کر دیتا ہے (ملا علی قاری اس قول کے جواب میں فرماتے ہیں کہ) یہ قول اَغلب حکم پر مبنی ہے۔

لہٰذا عام حالات میں حاجی کے لئے اس دن کا روزہ مستحب ہے بشرطیکہ وہ بلا مشقت اس پر قدرت رکھتا ہو اور یہ روزہ اس کے یومِ عرفہ کے معمولات پر اثر انداز نہ ہو چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

روزہ داشتن در حق کسی قدرت داشتہ باشد بر آں بغیر مشقت، چہ وارد شدہ است کہ "صوم عرفہ کفّارت دو سالہ است سال گزشتہ و سال آئندہ" كما رواه مسلم عن أبي قتادة (۱۳۴)

یعنی، روزہ رکھنا اس شخص کے حق میں (مستحب) ہے جو (اس پر) بغیر کسی مشقّت کے قدرت رکھتا ہو کیونکہ وارد ہے کہ "عرفہ کا روزہ دو سال (کے گناہوں) کا کفّارہ ہے سال گزشتہ اور سال آئندہ" جیسا کہ اس

۱۳۳۔ المسلك المتقسط، ص۲۲۸

۱۳۴۔ حياة القلوب في زيارة المحبوب، باب ششم، فصل اول، ص ۱۷۸

حدیث کو امام مسلم نے حضرت ابوقتادہ سے روایت کیا ہے۔

اور کراہت کی صورت میں کراہت مطلقہ نہیں ہے بلکہ مقیدہ بالتنزیہ ہے چنانچہ ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

و قد ثبت أنه ﷺ أفطر یوم عرفة مع کمال القوة، إلا أنه أراد دفع الحرج عن الأمة لکنه لم ینه أحداً من صومه، فلا وجه لکراهته علی الإطلاق، بل لا بل أن تتقیّد بالتنزیه علی الوجه المشروع فیما تقدّم، والله أعلم (۱۳۵)

یعنی، نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے کمالِ قوت کے باوجود عرفہ کے روز افطار فرمایا، مگر (آپ کے افطار کی وجہ) یہ کہ آپ ﷺ نے اُمّت سے حرج کو دفع کرنے کا ارادہ فرمایا، لیکن آپ نے کسی (حاجی) کو (اس دن) اس کے روزے سے منع نہیں فرمایا، تو علی الاطلاق کراہت کی کوئی وجہ نہیں ہے بلکہ ضروری ہے کہ کراہت کو مشروع وجہ پر تنزیہ کے ساتھ مقید کیا جائے جو پہلے گزری۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

ولہٰذا افطار فرمود پیغمبر خدا ﷺ درروزہ عرفہ تعلیماً للجواز و دفعاً للحرج عن الأمّة (۱۳۶)

یعنی، لہٰذا نبی ﷺ نے جواز کی تعلیم اور اُمّت سے حرج کو دفع فرمانے کے لئے افطار فرمایا۔

اسی لئے فقہاء کرام نے قدرت نہ ہونے کی صورت میں اس روز ترکِ صوم کو مستحب لکھا ہے چنانچہ ملا علی قاری لکھتے ہیں:

و فی "الفتح القدیر" إن کان یضعفه عن الوقوف و الدعوات

۱۳۵۔ المسلك المتقسط، ص۲۲۸۔ ۲۲۹

۱۳۶۔ حیاة القلوب، ص۱۷۸

فالمستحب ترکه (٤٢٨)

یعنی، اور "فتح القدیر" میں ہے کہ جب روزہ اُسے وقوفِ عرفہ اور وہاں دعاؤں سے کمزور کردے تو اس کا ترک مستحب ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

واُما کسی قدرت ندارد پس مستحب درحق او افطار است (٤٢٩)

یعنی، اگر کسی کو قدرت نہ ہو تو اس کے حق میں افطار مستحب ہے۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الثلاثاء، ٨ رجب المرجب ١٤٢٨ھ، ٢٤ یولیو ٢٠٠٧م (416-F)

١٣٧ـ المسلك المقسط، ص ٢٢٨

١٣٨ـ حیاۃ القلوب، ص ١٧٨

حلق و قصر

عمرہ والا احرام کھول کر حلق یا قصر کرائے یا کھولنے سے قبل

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عمرہ کرنے والا افعال عمرہ سے فارغ ہو کر احرام کھول کر حلق یا قصر وغیرہ کرائے گا، یا حلق یا قصر کرانے کے بعد احرام کھولے گا؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: احرام کھولنے سے مراد اگر یہ ہے کہ مرد اُوپر کی چادر اُتار کر رکھدے تا کہ بال وغیرہ نہ لگیں پھر حلق یا قصر کرائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور صرف چادر کا اُتار دینا احرام کھولنا نہیں کہلاتا۔ اور اگر مراد یہ ہے کہ احرام کی چادریں اُتار کر سلے ہوئے کپڑے پہنے یا سر یا چہرہ ڈھانپ لے یا خوشبو لگا لے غرض یہ کہ ممنوعاتِ احرام کا ارتکاب شروع کر دے اس کے بعد حلق یا قصر کروائے تو یہ ممنوع و ناجائز ہے، اُسے ممنوعاتِ احرام کے ارتکاب سے قبل حلق یا قصر کے ذریعے احرام سے فارغ ہونا پڑے گا، اگر اس نے ایسا نہ کیا ممنوعات کا ارتکاب پہلے شروع کر دیا، پھر دیکھا جائے گا کہ اس نے اپنی جہالت کی بنا پر حلال ہونے کی نیت سے ممنوعات احرام کا ارتکاب کیا ہے یا وہ جانتا ہے کہ محض احرام سے باہر ہونے کی نیت کر لینے سے وہ احرام سے باہر نہ ہوگا تو پہلی صورت میں ممنوعاتِ احرام کے ارتکاب پر ایک ہی جزاء لازم ہوگی، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

وواجب آید براین شخص دم واحد برائے جمیع آنچہ ارتکاب کرد، ہر چند کہ ارتکاب کرد جمیع محظورات را، متعدد نشود بروے جزاء بہ تعدد جنایات

چوں نیت کردہ است رفضِ احرام را (۱۳۹)

یعنی، اس شخص پر تمام ممنوعاتِ احرام کے ارتکاب پر ایک ہی دم واجب ہوگا، چاہے اس نے جمیع ممنوعاتِ احرام کا ارتکاب کیا ہو۔ جب اس نے اس سے احرام کھولنے کا ارادہ کرلیا تو جنایات کے تعدد سے جزائیں متعدد نہ ہوں گی۔

اور دوسری صورت میں جتنے جُرم ہوں گے اتنی ہی جزائیں اُس پر لازم ہوں گی چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

اما کسی کہ می داند کہ خارج نشدہ ام من از احرام ازین قصد پس معتبر نباشد از وی قصدِ رفض و متعدد گردد جزاء بروی بہ تعدد جنایات اتفاقاً بیننا اور بین الشافعی (۱۴۰)

یعنی، اگر کوئی یہ جانتا ہے کہ میں اس قصد سے احرام سے خارج نہ ہوں گا تو ایسے شخص کا ارادہ رفض معتبر نہیں اور اس پر ہمارے اور امام شافعی کے نزدیک بالاتفاق ہر جنایت پر علیحدہ جزاء واجب ہوگی۔

لہٰذا اُسے چاہئے کہ حلق یا تقصیر سے قبل نہ سلے ہوئے کپڑے پہنے اور نہ خوشبو لگائے اسی طرح کسی بھی محظورِ احرام کا ارتکاب نہ کرے باقی صرف اوپر کی چادر اُتار کر رکھ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الجمعة، ۲۴ ذی القعدة ۱۴۲۷ھ، ۱۵ دیسمبر ۲۰۰۶م (F-292)

عمرہ کر کے سر کا کچھ حصہ منڈایا تو احرام سے باہر ہوا یا نہیں

استفتاء:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ میں نے آج عمرہ کیا اور پورا سر نہیں منڈوایا بلکہ دونوں اطراف دائیں اور بائیں سے تھوڑی جگہ

۱۳۹۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب اول، فصل دہم دربیان کیفیت خروج از احرام، ص ۱۰۳

۱۴۰۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب ...

پر حلق کروالیا میں اس طرح احرام سے باہر ہوگیا ہوں یا نہیں، اگر نہیں تو اس کا کفارہ کیا ہے جب کہ میرے سر کے بال بہت چھوٹے ہیں کیونکہ میں چندروز قبل عمرہ کر چکا ہوں؟

(السائل: ایک حاجی، از لبیک حج گروپ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: جس کے سر پر ایک پورے سے کم بال ہوں اس کے لئے سر منڈوانا ہی ضروری ہوتا ہے لہٰذا صورت مسئولہ میں سر منڈوانا متعین تھا اور حلق کی کم از کم مقدار چوتھائی سر ہے اگر کسی نے اس سے کم حلق کیا تو وہ احرام سے خارج نہ ہوگا، اس طرح "حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب" (باب ہشتم، فصل ششم) میں ہے اور اب دیکھا جائے کہ پورے سر میں جتنے حصے کا حلق ہوا وہ سر کا چوتھا حصہ بنتا ہے تو کچھ لازم نہ ہوگا سوائے اس کے کہ خلافِ سنّت ہوا کیونکہ پُورے سر کا حلق ہمارے نزدیک سنّت ہے، اور اگر حلق شدہ حصہ چوتھائی سر سے کم ہو تو اس حلق سے احرام سے نکلنا نہ پایا گیا پھر اگر حکم سے جہل کی بنا پر ممنوعاتِ احرام کا ارتکاب کیا تو ایک ہی دم لازم ہوگا۔ اور اگر جانتا تھا کہ اس سے وہ احرام سے خارج نہ ہوگا پھر ممنوعاتِ احرام میں سے جن جن کا ارتکاب ہوا وہ احرام پر جنایتیں ہوں گی مثلاً صرف سلے ہوئے کپڑے پہنے۔ یا سر ڈھکا، یا خوشبو لگائی، یا جماع کیا یا شہوت کے ساتھ بوس کنار یا چھونا پایا گیا۔ غرض یہ کہ جنایات کے کفّارے کے لزوم میں جنایتوں کو دیکھا جائے گا اور بعض میں مدت کو بھی دیکھا جائے گا جیسے سلے ہوئے کپڑے پہنے یا سر ڈھکا اور اسے چار پہر نہ گزرے تو ایک صدقہ اور دونوں کام کئے چار پہر نہ گزرے تو دو صدقے، اور حکم تفصیل بتانے پر بتایا جائے گا۔ اور اس صورت میں حلق کروانا بھی لازم ہے، اور توبہ بھی۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الجمعة، ٢ ذوالحجہ ١٤٢٧ھ، ٢٢ دیسمبر ٢٠٠٦م (F-312)

تقصیر میں ایک پورے سے کم بال کٹوانے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک خاتون نے افعالِ عمرہ پورے کرنے کے بعد اپنے سر کے چند بال تقریباً 30، 35 ہوں گے

ایک پورے کے برابر کٹوائے اس کے بعد اس نے احرام کی پابندی ختم کردی اور اسے ابھی بارہ گھنٹے نہیں گزرے ہوں گے اب پوچھنا یہ ہے کہ کیا وہ اتنے بال کٹوانے سے احرام سے باہر ہوگئی یا نہیں اگر نہیں ہوئی تو اس پر کیا لازم ہے، جب کہ اس نے سوائے بے خوشبو کے صرف سے کپڑے دھونے اور رات کو سونے کے اور جس میں منہ ڈھکا ہوگا کچھ نہیں کیا؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اس عورت پر لازم ہے کہ وہ پہلی فرصت میں تقصیر کروائے کہ پورے سر کے بال جمع کر کے تین حصے کرلیں پھر ایک حصہ کو لے کر انگلی کے پورے سے کچھ زائد کاٹ دے کیونکہ جس طرح اس نے بال کٹوائے تھے وہ تقصیر کے لئے کافی نہیں، اس کے بعد سونے میں منہ ڈھکنے کی وجہ سے اس پر ایک صدقہ لازم ہوگا جو اگر مکہ مکرمہ ہی میں ادا کرنا چاہیں تو اس سال (یعنی ۱۴۲۸ھ۔۲۰۰۶م) کے حساب سے صدقہ تقریباً پانچ ریال ہوگا نیز اسے اپنے شہر جا کر جو وہاں فطرے کی رقم بنتی ہے اپنی ملکی کرنسی میں صدقہ ادا کرسکتی ہے، یہ اس صورت میں ہے جب کہ پورے چار پہر یعنی 12 گھنٹے منہ ڈھکنا نہ پایا گیا ہو ورنہ دم لازم ہوگا۔ اور بے خوشبو کے صَرف سے کپڑے دھونے میں کچھ کفارہ لازم نہ آئے گا۔ ہاں اگر کوئی بے خوشبو کے صابن یا صرف کے استعمال کے وقت مَیل چھڑانے کی نیت کرے گا تو مکروہ تنزیہی ہوگا کہ جس پر کوئی کفارہ لازم نہیں آتا۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ۵ ذو الحجة ۱۴۲۷ھ، ۲۵ دیسمبر ۲۰۰۶م (330-F)

احرام کھولنے کے وقت اپنے جیسے کا سر مونڈنا

استفتاء:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حج میں دس ذوالحجہ کی رمی سے فارغ ہونے کے بعد یا عمرہ میں سعی سے فارغ ہو کر اپنا سر خود مونڈ سکتا ہے یا نہیں۔ اسی طرح دو ایسے حاجی یا عمرہ کرنے والے جنہوں نے سر منڈوانا تھا ایک دوسرے کا سر

مونڈ سکتے ہیں یا نہیں؟ نیز محرم یا غیر محرم کا سر مونڈنے والے مُحرِم وغیر مُحرِم کا کیا حکم ہے؟

(السائل: محمد عرفان ضیائی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: حلق کے وقت اپنا سر خود مونڈنا جائز ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

إذا حلق رأسه عند جواز التحلّل لم يلزمه شئ، ملخصاً (١٤١)

یعنی، جب مُحرِم نے جوازِ تحلّل کے وقت اپنا سر خود مونڈا تو اس پر کچھ لازم نہیں۔

اسی طرح اُس وقت دو مُحرم ایک دوسرے کا سر مونڈیں تو جائز ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی "لباب المناسك" میں اور اس کی شرح میں ملا علی قاری لکھتے ہیں:

إذا حلق أی المحرم رأس غيره أی ولو كان محرماً، عند جواز التحلل أی الخروج من الإحرام بأداء أفعال النسك، لم يلزمه شئ الأولى لم يلزمها شئ (١٤٢)

یعنی، جب محرم نے دوسرے کے سر کو جوازِ تحلُّل کے وقت مونڈا اگرچہ دوسرا مُحرم ہو یعنی افعال نُسک ادا کر کے احرام سے نکلنے کے وقت مونڈا تو اسے کچھ لازم نہیں۔ اَولیٰ یہ ہے کہ کہا جائے دونوں پر کچھ لازم نہیں۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ "منسک" کے حوالے سے لکھتے ہیں:

جب احرام سے باہر ہونے کا وقت آ گیا تو اب مُحرِم اپنا یا دوسرے کا سر مونڈ سکتا ہے اگرچہ دوسرا ابھی مُحرِم ہو۔ (۱۴۳)

اور مفتی محمد وقار الدین متوفی ۱۴۱۳ھ لکھتے ہیں:

حج اور عمرے میں جب حلق یا قصر کا وقت آجائے تو جو حاجی اپنا سر مونڈ

١٤١۔ لُباب المناسك، باب مناسك منى، فصل فی الحلق و التقصير

١٤٢۔ المسلك المتقسّط إلى المنسك المتوسّط، باب مناسك منىٰ، فصل فی الحلق و التقصير، ص ٢٥٣

١٤٣۔ بہار شریعت، حصہ (٦)، حلق و تقصیر، ص ۸۴

سکتا ہے اسی طرح دو مُحرِم بھی ارکان ادا کرنے کے بعد ایک دوسرے کا سر مونڈ سکتے ہیں۔ (۱۴۴)

ہاں ایسا مُحرِم کہ جس کے جوازِ تحلّل کا وقت نہیں آیا تو وہ غیر مُحرِم اور مُحرِم کا سر نہیں مونڈ سکتا چاہے جس کا سر مونڈ رہا ہے اس مُحرِم کے جوازِ تحلّل کا وقت آیا ہو یا نہ آیا ہو پھر مُحرِم کا سر مونڈا ہے تو مونڈنے والے پر صدقہ لازم ہے اور غیر مُحرِم یا اس شخص کا سر مونڈا ہے کہ جس کے جوازِ تحلّل کا وقت آ گیا ہے تو مونڈنے والے پر کچھ خیرات کرنا لازم ہے، چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی "فتاویٰ عالمگیری" کے حوالے سے لکھتے ہیں:

مُحرِم نے دوسرے مُحرِم کا سر مونڈا اس پر بھی صدقہ ہے خواہ اس نے اُسے حکم دیا ہو یا نہیں، خوشی سے مونڈوایا یا مجبور ہو کر اور غیر مُحرِم کا مونڈا تو کچھ خیرات کر دے۔ غیر مُحرِم نے مُحرِم کا سر مونڈا اس کے حکم سے یا بلا حکم تو مُحرِم پر کفّارہ ہے اور مونڈنے والے پر صدقہ اور وہ مُحرِم مونڈنے والے سے اپنے کفّارے کا تاوان نہیں لے سکتا الخ۔ (۱۴۵)

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۸ شوال المکرم ۱۴۲۷ھ، ۱ نوفمبر ۲۰۰۶م (232-F)

۱۴۴۔ وقار الفتاویٰ، المجلد (۲)، کتاب المناسک، ص ۴۵۳

۱۴۵۔ بہارِ شریعت، حصہ ششم، حج کا بیان، جرم اور اُن کے کفارے کا بیان، ص ۱۰۵

جنایات (جُرم اور اُن کے کفارے)

دیدہ دانستہ ترکِ واجب کا ارتکاب کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ترکِ واجب کا حکم کیا ہے، بعض لوگ تو اس وجہ سے ترکِ واجب کا ارتکاب کر دیتے ہیں کہ ان کو علم ہی نہیں ہوتا کہ یہ واجب ہے اور ان کا نظریہ ہوتا ہے کہ ہمیں تو علم ہی نہیں ہم پر دم وغیرہ لازم نہیں اور بعض کو علم ہوتا ہے اور جان بوجھ کر ترکِ واجب کا ارتکاب کرتے ہیں اور برملا فخریہ طور پر کہتے ہیں کہ دم دے دیں گے ان سب کا کیا حکم ہے؟

(السائل: محمد اشفاق قادری از لبیک حج گروپ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: حج کے واجبات میں سے چند واجبات کے ترک پر علماء کرام نے دم یا صدقہ کے لازم نہ ہونے کا ذکر کیا ہے چاہے ان کا ترک کسی عذر کی وجہ سے ہو یا بلا عذر ہو ان میں سے ایک دو رکعت نمازِ طواف ہے دوسرا واجب نمازِ مغرب مزدلفہ میں پڑھنے کے لئے اُسے عشاء تک مؤخّر کرنا، تیسرا مزدلفہ میں رات گزارنا اور چوتھا واجب حجرِ اسود سے طواف کی ابتداء ہے جیسا کہ "حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب" (ص ٤٦) میں ہے۔

اور کچھ واجبات ایسے ہیں کہ جن کا ترک اگر کسی عذر کی وجہ سے ہو تو دَم وغیرہ لازم نہیں آتا جیسے طواف وسعی میں مرض یا پاؤں کٹے ہوئے ہونے یا کبرسنی کے سبب پیدل نہ چل سکا۔ اسی طرح طوافِ زیارت کو حیض یا نفاس کے سبب واجب ایام سے مؤخر کر دیا یا وقوف مزدلفہ کو ازدحام وضعف کی بنا پر ترک کیا یا حلق یا قصر کسی عذر کی بنا پر ترک کیا وغیرہ، یعنی کسی واجب کو ایسے عذر کے سبب ترک کیا کہ جس عذر کو شرع نے معتبر کہا ہو تو اس کے ترک پر بھی دَم یا صدقہ لازم نہیں آتا۔

اس کے علاوہ بقیہ واجبات میں سے حاجی نے اگر کسی ایک کو بھی ترک کردیا چاہے اس کا ترک مسئلہ سے عدم واقفیت کی بناپر ہو یا بھول جانے کی وجہ سے ہو یا سہواً ہو یا قصداً ہو بہر صورت جزاء لازم آئے گی۔ باقی رہا گناہ تو وہ صرف ایک صورت میں لازم آئے گا وہ یہ کہ حاجی نے اس واجب کا ترک جان بوجھ کر کیا ہو۔

چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں

حکم واجبات آنست اگر ترک کرد یکے از آنہا صحیح باشد حج او و لازم آید بروے دم یا صدقہ برابرست کہ ترک کردہ باشد آن را عمداً یا سہواً یا نسیاناً، یا جہلاً لیکن چون ترک کرد بطریق تعمد آثم باشد اگر چہ دم دہد و مرتفع نگردد آن اثم بغیر توبہ (۱۴٦)

یعنی، واجبات کا حکم یہ ہے کہ اگر ان میں سے کسی ایک کو ترک کردے تو اس کا حج صحیح ہو جائے گا اور اس پر دم یا صدقہ لازم آئے گا چاہے اُسے عمداً یا سہواً یا نسیاناً یا علم نہ ہونے کی وجہ سے ترک کیا ہو لیکن جب جان بوجھ کر ترک کیا ہو تو گنہگار ہوگا اگر چہ دم دے دے اور وہ گناہ بغیر توبہ کے نہ اٹھے گا۔

اور بعض لوگوں کا دیدہ دانستہ جان بوجھ کر بغیر کسی انتہائی مجبوری کے واجبات کو ترک کر دینا اور پھر یہ سوچ کر کہ کیا ہوا واجب ہی تو ہے ہم دم دے دیں گے، یہ انتہائی قبیح اور بہت بُری سوچ اور گھٹیا نظریہ ہے جو اُن میں جنم لے رہا ہے، یہ اللہ عزّ وجلّ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کی نافرمانی پر دلیری اُن کے خلاف اعلانیہ بغاوت ہے، ایسے لوگوں کو اللہ عزّ وجلّ کے عذاب سے ڈرنا چاہئے۔ یہ تو واجبات ہیں جن کے ساتھ ان کا یہ معاملہ ہے شرع مطہرہ نے تو ہمیں سنّتوں کی بھی پابندی کا سبق سکھایا ہے اور بتایا ہے کہ ترکِ سُنَن محرومیوں کا سبب ہے، پھر یہ لوگ خود قصداً ظاہر ظہور، کُھلم کُھلا ترکِ واجب کا ارتکاب کرتے ہیں اور دیگر عوام جو انہیں دیکھ کر ترکِ واجب کے مُرتکب ہوں گے اس کا وبال کس پر ہوگا۔ تو یقیناً جس طرح

اس کا گناہ اُن مُرتکبین پر ہوگا اسی طرح اس کا وبال اِن ناعاقبت اندیشوں پر بھی ہوگا۔

پھر ان لوگوں سے پوچھو کہ تم دم تو دے دو گے مگر اس پر ہونے والے گناہ کو کیسے معاف کرواؤ گے۔ احکم الحاکمین کے احکام کی کُھلم کُھلا مخالفت کر کے اس کے عذاب کو تم نے دعوت دی ہے تو اس کی ناراضگی اور غضب سے کس طرح بچو گے۔ بس اس کی ایک ہی صورت ہے وہ یہ کہ ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سچے دل سے نادم ہوں، آنسو بہائیں، روئیں اور گڑگڑائیں، اپنے کئے پر شرمندہ ہوں۔ اس کی معافی مانگیں اور آئندہ ایسی حرکت نہ کرنے کا اس بے نیاز سے وعدہ کریں اور امید رکھیں کہ اللہ عزّ وجلّ ان کی توبہ کو قبول فرمائے گا۔ اور اس کے سوا اُن کے لئے اور کوئی چارہ نہیں ہے۔ ان کو یاد رکھنا چاہئے کہ جس کے احکامات کی قصداً خلاف ورزی کرنے میں تم جس مال پر اِتراتے ہو کہ دم دے دیں گے وہ مال بھی اسی کا عطا کردہ ہے، وہ چاہے تو ایک لمحہ سے بھی قبل تمہیں فقیر ومحتاج کر دے لہٰذا اس کے غضب سے ڈرا جائے۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الجمعة، ١٦ ذو الحجة ١٤٢٧ھ، ٥ ینایر ٢٠٠٧م (F-349)

صدقہ کی مقدار اور اس کی ادائیگی کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حج کے باب میں جہاں صدقہ کا حکم دیا جاتا ہے تو اس کی مقدار کیا ہوتی ہے اور وہ حرم میں ہی دینا لازم ہوتا ہے یا حرم سے باہر اپنے وطن جا کر بھی دے سکتا ہے؟

(السائل: C/O محمد عارف عطاری)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: اس باب میں صدقہ کی مقدار وہی ہے جو صدقۂ فطر میں ہوتی ہے یعنی اگر جَو یا کھجور یا کشمش سے دے تو ایک صاع اور گندم سے دے تو نصف صاع چنانچہ سیر کے پیمانے کے مطابق تقریباً سوا دو سیر (دو کلو پینتالیس گرام

تقریباً) گندم یا اس کی قیمت دے گا۔

اور صدقہ سرزمین حرم پر دینا ضروری نہیں لیکن افضل یہی ہے کہ صدقہ سرزمینِ حرم میں دے کیونکہ حرمِ مکہ میں ایک نیکی لاکھ نیکیوں کے برابر ہے اور اگر قیمت دیتا ہے تو اس کا تعین اسی مقام کے موجودہ نرخ سے کیا جائے جہاں وہ ہے مثلاً اس سال (۱۴۲۷ھ/۲۰۰۶م) نصف صاع گندم کی قیمت مکہ مکرمہ میں پانچ ریال ہے تو اگر مکہ میں اسی سال ادا کرے گا تو پانچ ریال ہی دے گا اور دوسرے سال اگر یہ قیمت چھ ریال ہو جائے تو چھ دے گا اور اسی طرح مدینہ منورہ میں اگر نصف صاع گیہوں کی قیمت ساڑھے پانچ ریال ہو اور وہاں ادا کرنا چاہے تو ساڑھے پانچ ریال ادا کرے گا۔

اسی طرح جہاں ادا کرتا ہے وہاں کے اعتبار سے ہی قیمت کا تعیّن کیا جائے گا مثلاً اگر مکہ مکرمہ میں نصف صاع گندم کی وہ قیمت ادا کرے جو پاکستان میں ہے پھر چاہے وہ سعودی کرنسی میں ادا کرے یا پاکستانی کرنسی میں، بہرصورت جائز نہ ہوگا بلکہ اُسے مکہ مکرمہ میں رائج کرنسی یعنی ریال میں وہاں کا نرخ معلوم کرنا ہوگا پھر چاہے اس قیمت کو سعودی کرنسی میں ادا کرے یا کسی اور کرنسی میں۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأحد، ۲۶ ذی القعدة ۱۴۲۷ھ، ۱۷ دیسمبر ۲۰۰۶م (295-F)

حلق یا تقصیر کروائے بغیر ممنوعاتِ احرام کا ارتکاب

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہمارے گروپ میں ایک بوڑھے شخص نے پاکستان سے عمرہ کا احرام باندھا، یہاں مکہ مکرمہ آکر عمرہ کا طواف کیا اور سعی بھی کی مگر اس نے حلق یا قصر نہ کروایا، اپنے ہوٹل کے کمرے میں آکر احرام کھول دیا اور سلے ہوئے کپڑے پہن لئے اس کو آج تیسرا دن ہے، آپ شرع مطہرہ کی روشنی میں یہ بتائیں کہ اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اُسے حلق نہ کروانے اورمحظوراتِ احرام (یعنی ممنوعاتِ احرام) کے ارتکاب کی وجہ سے ایک دَم لازم ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ ان ممنوعاتِ احرام کا ارتکاب جیسے سِلے ہوئے کپڑے پہننا، سراور منہ کوڈھکنا اور خوشبو لگانا وغیرہا کا ارتکاب احرام سے نکلنے کے لئے اپنی جہالت کی بنا پر کیا ہے۔ اور اگراس نے ان مُحرّمات کا ارتکاب احرام سے باہر نکلنے کے لئے نہ کیا ہو تو جتنے جُرم تھے اتنی ہی جزائیں اس پر لازم آتیں چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

شرط خروج از احرام حج وعمرہ حلق رُبع سر یا قصر رُبُع اوست در وقت حلق، پس اگر حلق و قصر نمود بیرون نیاید از احرام اگر چہ بگذرند بروئے سالہائے بسیار، و ہر بارے کہ ارتکاب کند محظورے را لازم می شود بروے جزائے علیحدہ مگر آنکہ ارتکابِ محظورات متعدد بنیتِ ترکِ احرام بودہ باشد کہ آنگاہ جزاء واحد لازم آید کما سیأتی قریباً(۱۴۷)

یعنی، حج وعمرہ سے نکلنے کی شرط حلق کے (مقررہ) وقت میں چوتھائی سر کا منڈوانا یا چوتھائی سر کا قصر کروانا ہے، اگر کسی نے نہ سر منڈوایا اور نہ قصر کروایا تو احرام سے باہر نہیں نکلے گا، چاہے اسے بے شمار سال گزر جائیں۔ اس دوران ہر بار جب وہ محظورِ احرام کا ارتکاب کرے گا اسے علیحدہ جزاء لازم ہوگی جیسا کہ عنقریب مذکور ہوگا۔

اور لکھتے ہیں:

آنچہ گفتیم کہ شرط است وقوع حلق یا قصر در وقت او پس بدانکہ ابتداءِ وقت حلق در حج از طلوعِ فجر روزِ نحر ست و در عمرہ بعد از اتیان اکثر طواف است، ولیکن آخر ندارد در حق صحت بلکہ جمیع عمر وقت اوست ہر وقتی کہ حلق نماید از احرام بیرون آید اگر چہ واجب است وقوعِ حلقِ حج در

۱۴۷۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب اول در بیان احرام، فصل دھم در کیفیت خروج از احرام، ص۱۰۲

ایامِ نحر بعد از رمی جمرہ عقبہ، وواجب است وقوعِ حلقِ عمرہ بعد از سعی بین الصفا والمروۃ در عمرہ (۱۴۸)

یعنی، ہم نے حلق یا قصر کے وقت مقررہ ہونے کی جو شرط بیان کی ہے تو جاننا چاہئے کہ حلق کا وقت حج کے لئے پس ذوالحجہ کی صبح صادق سے اور عمرہ کے لئے طواف کے اکثر (یعنی، چار) پھیرے کرنے کے بعد شروع ہوتا ہے (یعنی اگر طواف کے چار پھیروں کے بعد حلق کروالیا تو عمرہ تو ادا ہو گیا مگر چونکہ سعی سے فراغت سے قبل کرلیا پس دَم لازم ہے) لیکن حلق وقصر صحیح ہونے کا آخری وقت کوئی مقرر نہیں، ساری عمر اس کا وقت ہے جب بھی سر منڈائے گا یا قصر کرائے گا احرام سے باہر ہو جائے گا۔ اگر چہ حج میں رمی جمرۂ عقبہ کے بعد ایام نحر میں حلق کرالینا واجب ہے اور عمرہ میں سعی کے بعد واجب ہے۔

اور وہ احرام توڑنے کی نیت کرلے تب بھی مُحرِم ہی رہے گا احرام سے باہر نہیں نکلے گا چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

پس چنین خارج نگردد بہ نیت رفض و اِحلال وواجب آید بر این شخص دم واحد برائے جمیع آنچہ ارتکاب کرد ہر چند کہ ارتکاب کرد جمیع محظورات را و متعدد نشود بروے جزاء بہ تعدد جنایات چون نیت کردہ است رفضِ احرام راز یرانکہ او ارتکاب نمودہ است محظورات را بتاویل اگر چہ فاسد است، معتبر باشد در رفعِ ضمانات دینویہ، پس گویا کہ موجود شدند این ہمہ محظورات از جہۃ واحدہ بسبی واحد، پس متعدد نگردد جزاء بروی این مذہب ماست، وامام نزد شافعی پس لازم آید بروی برائے ہر محظورے علیحدہ جزا (۱۴۹)

۱۴۸۔ حیاۃ القلوب، ص ۱۰۲

یعنی، اس طرح احرام توڑنے اور حلال ہونے کی نیت سے بھی احرام سے خارج نہ ہوگا اور اس شخص پر تمام ممنوعات کے ارتکاب کا ایک ہی دم واجب ہوگا، چاہے تمام ممنوعات کا مُرتکب ہوا ہو، اور جب اس نے احرام توڑنے کی نیت کر لی تو متعدد جنایات پر متعدد جزائیں اس لئے واجب نہ ہوں گی کہ ان ممنوعات کا ارتکاب اس نے اس تاویل سے کیا ہے (وہ تاویل یہ ہے کہ میں نے احرام توڑنے کی نیت کر لی تھی اس لئے یہ ممنوعات میرے لئے ممنوع نہ رہے)۔ اور تاویل گو کہ فاسد ہے مگر وہ دینی ضمانتوں کے اُٹھ جانے کے بارے میں معتبر ہوگی، پس گویا کہ یہ تمام ممنوعات ایک ہی جہت سے ایک ہی سبب کے باعث واقع ہوئے اس لئے جزائیں بھی اس پر متعدد واجب نہ ہوں گی یہ ہمارا مذہب ہے، مگر امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک ہر ممنوع پر جزاء علیحدہ ہوگی۔

اور ہمارے اور امام شافعی کے مابین یہ اختلاف تب ہے جب اس نے احرام توڑنے کے ارادے سے ایسا کیا اور جہالت کی بناء پر سمجھ لیا کہ اب میں احرام سے باہر ہوگیا ورنہ ہر جنایت پر الگ جزا لازم ہوگی چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

واین اختلاف وقتی ست کہ شخص مذکور کہ نیت رفضِ احرام کردہ است گمان می برد بسبب جہل خود کہ او خارج گشتہ است از احرام بسبب این قصد، امّا کسی کہ می داند کہ خارج نشدہ ام من از احرام بسبب این قصد معتبر نباشد ازوی قصد رفض و متعدد گردد جزاء بروی بہ تعدد جنایات اتفاقاً بیننا و بین الشافعی، چنانکہ متعدد می گردد اتفاقاً بر شخص کہ قصد نہ کردہ است رفض را اصلاً (۱۵۰)

یعنی، یہ اختلاف بھی اس وقت ہے جب اس شخص نے (ان ممنوعات کے ارتکاب میں) احرام توڑنے کی نیت کی ہو اور اپنی جہالت سے سمجھ لیا ہو کہ اس نیت کرنے سے وہ احرام سے نکل گیا، لیکن اگر کوئی یہ جانتا ہے کہ میں اس نیت کر لینے سے احرام سے نہیں نکلا ہوں تو ایسے شخص سے

احرام توڑنے کی نیت معتبر نہیں ہوگی۔ اس پر ہمارے اور امام شافعی کے نزدیک بالاتفاق ہر جنایت پر علیحدہ جزاء واجب ہوگی جیسا کہ باتفاق احناف وشوافع اس شخص پر (جزائیں) متعدد ہوں گی، جس نے احرام توڑنے کی سرے سے نیت ہی نہ کی ہو۔

لہٰذا مذکور شخص اگر یہ جانتا تھا کہ میں اس طرح سے احرام سے نہیں نکلوں گا یا اسے یہ بتایا گیا تھا تو دیکھنا ہوگا کہ سعی عمرہ کے بعد اس نے کن کن ممنوعاتِ احرام کا ارتکاب کیا ہے تو جتنی اس نے جنایتیں کی ہوں گی تو ان جنایتوں کے مطابق اتنی ہی جزاؤں کا حکم دیا جائے گا۔

اور اگر اُسے اِس بارے میں شک تھا کہ میں صرف نیت کر لینے سے احرام سے باہر نکلوں گا یا نہیں یا اسے معلوم تو تھا کہ محض نیت کرنے سے میں احرام سے باہر نہیں نکلوں گا مگر وہ بھول گیا تو بھی اس پر جنایات کے مطابق جزائیں لازم ہوں گی چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

شیخ علی قاری گفتہ کہ باید کہ معتبر نباشد قصد رفض از شخصی کہ شاک باشد در مسئلہ یا ناسی باشد حکم اورا۔اھ (۱۵۱)

یعنی، او رملا علی القاری (حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں کہ احرام توڑنے کی نیت اس شخص کی معتبر نہ ہونی چاہئے جسے مسئلہ میں کوئی شک ہو یا اس کے حکم کو وہ بھول گیا ہو۔

اور یاد رہے کہ مذکورہ مسئلہ میں اسے حلق یا قصر بہرصورت کروانا ہوگا اگرچہ کتنا عرصہ کیوں نہ گزر گیا ہو چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

اگر مُحرِم بعد از احرام قصد کرد رفضِ احرام را پس ارتکاب کردن گرفت محظوراتِ احرام را چنانکہ ارتکاب کند آنہا را شخص غیر مُحرِم از لبس مخیط و تطیب و حلق و جماع و قتلِ صید و امثال آن، پس بیرون نمی آید این شخص بارتکاب این چیزہا از احرام بالاجماع (۱۵۲)

۱۵۱۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، ص ۱۰۴

۱۵۲۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب اول، فصل دھم در بیان کیفیت خروج از احرام، تنبیہ

یعنی، اگر مُحرِم نے احرام توڑنے کا ارادہ کرلیا اور اس نے اس ارادے سے ایسے ممنوعاتِ احرام کا ارتکاب کرنا شروع کر دیا جیسے غیر مُحرِم کرتا ہے جیسا کہ سلے ہوئے کپڑے پہننا، خوشبو لگانا، سر منڈوانا، جماع کرنا اور شکار کو قتل کرنا وغیرہا، تو ان افعال کے کرنے کے باوجود وہ باجماع علماء کرام احرام سے نہ نکلے گا۔

ہاں ایک صورت ہے کہ جس میں مذکور شخص محض نیت کرنے سے احرام سے نکل جاتا اور اس پر کوئی جزاء بھی لازم نہ ہوتی وہ یہ ہے کہ اس کے سر میں ایسے زخم ہوں جن کی بنا پر نہ حلق ممکن ہو اور نہ ہی قصر چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

آنچہ گفتیم کہ شرطِ خروج از احرام حلق سر یا قصر او ست استثناء کردہ شود سہ صورت را کہ حاصل می شود در انہا خروج از احرام بغیر حلق و قصر یکے آن کہ متعذر شوند حلق و قصر بسبب آنکہ در سر جراحتے دارد کہ مانع است از حلق و قصر، درین صورت خارج گردد از احرام بمجرد نیتِ خروج بغیر چیزے دیگر و لازم نیاید بروے دم و نہ صدقہ (۱۵۳)

یعنی، ہم نے جو یہ کہا کہ احرام سے نکلنے کے لئے حلق یا قصر شرط ہے تو اس میں تین صورتیں مستثنیٰ ہیں۔ ان میں حلق یا قصر شرط نہیں ان صورتوں میں بغیر حلق و قصر بھی احرام سے نکل آئے گا۔ پہلی صورت یہ ہے کہ حلق و قصر متعذر رہو، سر میں کسی ایسے زخم کے سبب جو حلق و قصر سے مانع ہوں تو اس صورت میں محض احرام سے نکلنے کی نیت کرنے سے احرام سے بغیر کچھ اور کئے باہر ہو جائے گا اور اس پر نہ دم لازم آئے گا اور نہ صدقہ

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأربعا، ۲۲ ذوالقعدہ ۱۴۲۷ھ، ۱۳ دیسمبر ۲۰۰۶م (F-288)

---

۱۵۳ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب اول، فصل دھم، ص ۱۰۲

عمرہ میں سعی کئے بغیر حلق کروانے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص عمرہ میں سعی کو چھوڑ دے اور حلق کے بعد احرام کھول دے تو اس کا کیا حکم ہوگا؟

(السائل: حافظ عبدالرحمٰن، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں عمرہ ادا ہو گیا اور اس پر دَم لازم آیا کہ اس نے حلق کے وقت سے قبل حلق کروایا چنانچہ ملا علی القاری الحنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

لو طاف، ثم حلق، ثم سعی صحّ سبعه، و علیه دم لتحلّله قبل وقته و سبقه علی أداء واجبه (۱۵۴)

یعنی، اگر طواف (عمرہ میں) کرلیا، پھر حلق کیا، پھر سعی کی تو اس کی سعی صحیح ہوگئی اور اس پر وقتِ تحلّل کی وجہ سے دَم لازم آیا اور (اس لئے کہ) اُس نے اُسے (یعنی حلق کو عمرہ کے ایک) واجب کی ادائیگی سے پہلے کیا۔

واللّٰہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم السبت، ۲ جمادی الأولیٰ ۱۴۲۸ھ، ۱۹ مایو ۲۰۰۷ م (373-F)

عمرہ کی سعی کے بعد حلق یا تقصیر کے بغیر دوسرے احرام کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے عمرہ کا احرام باندھا، طواف وسعی کے بعد حلق یا تقصیر نہیں کروائی گویا کہ اس نے سمجھ لیا کہ سعی سے اس کا عمرہ مکمل ہو گیا اور پھر دوسرے عمرہ کا احرام باندھ لیا اور پھر عمرہ ادا کیا، سعی کے بعد حلق یا تقصیر نہیں کروائی اور وہ ابھی حدودِ حرم میں ہے؟

(السائل: خرم عبدالقادر، رنچھوڑ لائن، کراچی)

۱۵۴۔ المسلک المتقسط فی المنسک المتوسّط، باب السعی بین الصفا و المروة، فصل فی شرائط السعی، ص ۱۹۳

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: جاننا چاہئے کہ جس طرح حج میں حلق یا تقصیر واجب ہے اسی طرح عمرہ میں بھی حلق یا تقصیر واجب ہے اور دونوں میں حلق یا تقصیر کا حُدودِ حرم میں ہونا ضروری ہے، فرق صرف یہ ہے کہ عمرہ میں حلق یا تقصیر کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے، جیسا کہ شیخ الاسلام علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

التقصير و الحلق فى العمرة غير مؤقّت بالزمان بالإجماع لأن أصل العمرة لا يتوقّت به بخلاف المكان، لأنه مؤقّت به فإن لم يقصر حتى رجع و قصر فلا شئ عليه فى قولهم جميعاً معناه إذا خرج المعتمر ثم عاد (۱۵۵)

یعنی، عمرہ میں تقصیر اور حلق بالاجماع غیر مؤقّت ہے کیونکہ اصل عمرہ اس کے ساتھ مؤقّت نہیں برخلاف مکان کے کیونکہ وہ اس کے ساتھ مؤقت ہے، پس اگر عمرہ ادا کرنے والے نے تقصیر (یا حلق) نہ کروایا (اور حرم سے نکل گیا) حتی کہ (واپس) لوٹا اور تقصیر کروائی تو اس پر تمام ائمہ کے قول کے مطابق کچھ لازم نہیں، معنی یہ ہے کہ جب معتمر حرم سے نکل گیا پھر لوٹا (اور اس نے تقصیر یا حلق کروایا تو اس پر کچھ لازم نہ ہوگا)۔

اور اگر کوئی شخص عمرہ کی سعی کے بعد حلق یا تقصیر کو ترک کر دے اور دوسرے عمرہ کا احرام باندھ لے تو اس پر دم لازم ہوگا کیونکہ عمرہ میں دوسرا احرام اسی وقت باندھ سکتا ہے جب پہلے عمرہ سے حلق یا تقصیر کے ذریعے فارغ ہو جائے گا، چنانچہ علامہ مرغینانی لکھتے ہیں:

من فرغ من عمرته إلا التقصير فأحرم بأخرىٰ فعليه دم لإحرامه قبل الوقت، (لأن وقته بعد الحلق الأول) لأنه جمع بين إحرامى العمرة، و هذا مكروه فيلزمه الدم و هو دم جبر و كفارة (۱۵٦)

۱۵۵۔ الهداية، المجلد (۱۔۲) كتاب الحج، باب الجنايات، فصل، ص ۱۸۲

۱۵٦۔ الهداية، المجلد (۱۔۲)، كتاب الحج، باب إضافة الإحرام إلى الإحرام، ص ۱۹۴

یعنی، جس شخص نے عمرہ ادا کیا اور تقصیر نہ کروائی پھر دوسرے عمرہ کا احرام باندھ لیا تو اس پر دَم لازم ہے اس لئے کہ اس نے وقت سے قبل احرام باندھا (کیونکہ دوسرے عمرہ کے احرام کا وقت پہلے عمرہ کے حلق کے بعد ہے)۔ کیونکہ اس نے عمرہ کے دو احرام کے مابین جمع کر دیا اور یہ مکروہ ہے تو اُسے دَم لازم ہوا اور یہ دمِ جبر و کفارہ ہے۔

نیز اس نے پہلے عمرہ کی سعی کے بعد اور دوسرے عمرہ کی نیت سے قبل اگر ممنوعاتِ احرام کا ارتکاب کیا ہو گا تو جیسے ممنوع کا ارتکاب کیا اس کے مطابق شرعی جرمانہ اس پر لازم ہو گا اور وہ جرمانہ صدقہ بھی ہو سکتا ہے اور دَم بھی۔ ایک بھی ہو سکتا ہے زائد بھی۔

والله تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم السبت، ۲ جمادی الأولیٰ ۱۴۲۸ھ، ۱۹ مایو ۲۰۰۷م (372-F)

عورت کا تقصیر سے قبل کنگھی کرنا

استفتاء:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ میں اپنی اہلیہ کے ساتھ مسجد عائشہ گیا ہم نے وہاں سے عمرہ کا احرام باندھا مکہ آ کر طوافِ کعبہ کیا اور سعی بھی کر لی اب میری بیوی نے قصر سے قبل اپنے بالوں کو کنگھی دی تا کہ بال سیدھے ہو جائیں پھر قصر کروایا تو کیا اس صورت میں اس پر کچھ لازم آئے گا؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں دیکھا جائے گا کہ کنگھی سے بال ٹوٹے ہیں یا نہیں، اگر نہ ٹوٹے ہوں تو اس پر کچھ نہیں، سوائے اس کے کہ اس نے بُرا کیا کیونکہ قصر یا حلق سے قبل احرام برقرار رہتا ہے اور حالتِ احرام میں زینت ممنوع ہے اور کنگھی دینا زینت ہے، اور اس میں بال ٹوٹنے کا احتمال ہوتا ہے۔ اور اگر کنگھی دینے سے بال ٹوٹے ہوں تو دیکھا جائے گا کتنے ٹوٹے ہیں اگر ایک یا دو یا تین ہوں تو ہر بال کے بدلے

کھجور صدقہ کرے، یا مٹھی بھر گندم صدقہ کرے اور اگر تین سے زائد ہوں تو صدقہ فطر کی مقدار گندم یا جَو یا ان کی قیمت صدقہ کرنا لازم ہوگی اور یہ مقدار چوتھائی سر تک رہتی ہے، چوتھائی سر کی مقدار ہونے پر دم لازم آتا ہے۔ چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

پس اگر یک دو سہ موی باشد واجب شود یک کف از گندم یا بدہد برائے موئے یک خرما، اگر زائد شوند بر سہ موئے نصف صاع گندم بدہد مادام کہ نرسد بربع رأس و رُبع لحیہ، وچون بربع رسید ذبح شاة لازم گردد (۱۰۷)

یعنی، پس اگر تین بال تک ہوں تو ایک مٹھی گندم دے دے، یا ہر بال کے عوض ایک کھجور صدقہ دے، اور اگر تین بالوں سے زائد گریں نصف صاع گندم صدقہ دے، یہ مقدار چوتھائی سر یا داڑھی کے بقدر نہ ہو تو نصف صاع (یعنی تقریباً دو کلو پینتالیس گرام) گندم ہی دیا جائے گا، چوتھائی کی مقدار کو پہنچ جائے تو بکری ذبح کرنی لازم ہوگی۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الجمعہ، ۲ ذوالحجہ ۱۴۲۷ھ، ۲۲ دیسمبر ۲۰۰۶ م (311-F)

مُحرِم کا بُھولے سے قلیل مدت کے لئے اپنے چہرے کو چُھپا لینا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ محرم نے بھولے سے کپڑے سے منہ صاف کیا اور اس کا کچھ یا پورا منہ کچھ وقت کے لئے چھپ گیا تو اس صورت میں اس پر کچھ لازم آئے گا یا نہیں؟ اور اگر ٹشو پیپر وغیرہ سے ناک صاف کرنے کی حاجت پیش آجائے تو وہ ناک کو کس طرح صاف کرے اور اگر چہرے پر پسینہ شدید ہو تو اُسے ٹشو پیپر وغیرہ سے کیسے صاف کرے؟

(السائل: C/O محمد عارف عطاری، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: منہ کی ٹکلی پوری چُھپے یا چوتھائی اگر

لگاتار چار پہر ہوتو دم لازم آتا ہے اس سے کم ہو تو صدقہ چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ "فتاویٰ عالمگیری" کے حوالے سے لکھتے ہیں:

مرد یا عورت نے مونھ کی ٹکلی ساری یا چہارم چھپائی یا مرد نے پورا یا چہارم سر چُھپایا تو چار پہر یا زیادہ لگاتار چُھپانے میں دم ہے اور کم میں صدقہ اور چہارم سے کم کو چار پہر تک چُھپایا تو صدقہ ہے اور چار پہر سے کم میں کفارہ نہیں مگر گناہ ہے۔ (۱۵۸)

اس صورت میں اس نے یا تو پورے یا چوتھائی چہرہ کو چھپایا ہوگا اور ظاہر ہے کہ چہرہ کا چُھپانا قلیل مُدّت کے لئے پایا گیا اس لئے اس پر صرف صدقہ لازم ہوگا۔ اور اگر چوتھائی چہرہ سے کم چہرہ کو چھپانا پایا گیا اور مُدّت قلیل ہے تو اس پر صدقہ بھی لازم نہ ہوگا۔

یاد رہے کہ لزومِ جزا میں چہرے کا اپنے فعل سے چھپنا اور کسی دوسرے کے فعل سے چُھپنا ایک ہی حکم رکھتا ہے ہاں لزومِ گناہ میں دونوں میں فرق ہے کہ پہلی صورت میں میں محظورِ احرام کا مُرتکِب ہونے کی وجہ سے گنہگار ہوگا جب کہ دوسری صورت میں گنہگار نہ ہوگا۔

اور بے خوشبو کے ٹشو پیپر وغیرہ سے بوقت حاجت ناک صاف کرنے میں حرج نہیں جب کہ صاف کرتے وقت ٹشو پیپر چوتھائی چہرے کو نہ چھپائے تو مُحرِم کو چاہئے کہ ایسی صورت میں کامل احتیاط سے کام لے ٹشو پیپر وغیرہ کو ایک جگہ جمع کر کے تہہ کر لے تاکہ چہرے پر پھیلنے سے چہرہ کے ڈھکنے کا احتمال نہ رہے اور ناک کے اسی مقام پر اُسے لگائے جہاں اس نے صاف کرنی ہے۔ اسی طرح اگر پسینہ وغیرہ پونچھنے کی حاجت پیش آئے تو بھی ٹشو پیپر کو ہاتھ سے جمع کر کے یکے بعد دیگرے چہرے کے تھوڑے حصے پر مَس کرتا جائے اس طرح وہ پسینے کو خشک کر لے اُسے پھیلا کر پسینے کو صاف نہ کرے کہ اس میں چہرے کا ڈھکنا پایا جائے گا جو کہ احرام کی حالت میں مرد و عورت دونوں کے لئے ممنوع ہے۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم السبت، ۲۵ ذی القعدة ۱۴۲۷ھ، ۱۶ دیسمبر ۲۰۰۶ م (294-F)

احرام میں منہ یا سر پر ہاتھ رکھنے کا حکم

استفتاء:۔ کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہاتھ سے ناک صاف کیا یا ناک پر ہاتھ رکھا، اسی طرح سر پر ہاتھ رکھے یا اپنے ہاتھوں کو منہ پر اس طرح پھیرا کہ منہ چُھپ گیا جیسا کہ عموماً پسینہ وغیرہ آجانے پر یا وضو کے بعد چہرہ صاف کرنے میں ہوتا ہے تو اس صورت میں کچھ کفارہ لازم آئے گا یا نہیں؟

(السائل: C/O محمد عارف عطاری، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اگر ناک صاف کیا یا اس پر ہاتھ رکھا یا سر پر ہاتھ رکھا تو کچھ بھی لازم نہیں آئے گا کیونکہ اسے ناک ڈھکنا اور سر چھپانا نہیں کہا جاتا چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی حنفی مباحات احرام کے بیان میں لکھتے ہیں: و وضع یدہ أو ید غیرہ علی رأسہ أو أنفہ اور اس کے تحت ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

أی بالاتفاق، لأنہ لا یسمّی لابساً للرأس و لا مغطیاً للأنف (۱۵۹)

یعنی، اپنا یا دوسرے کا ہاتھ اپنے سر یا ناک پر رکھنا بالاتفاق مباح ہے کیونکہ اسے سر کو ڈھکنے والا اور سر کو چھپانے والا نہیں کہا جاتا۔

علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور جماعت علماء ہند نے نقل کیا کہ

لا بأس بأن یضع یدہ علی أنفہ کذا فی "البحر الرائق" (۱۶۰)

یعنی، اس میں کوئی حرج نہیں کہ محرم اپنا ہاتھ اپنے ناک پر رکھے، اسی طرح "بحر الرائق" میں ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

نہادن دست خود یا دست غیر خود بر سر خود، یا بر بینی خود زیرانکہ تسمیہ کردہ

۱۵۹۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، فصل فی مباحاته، ص۱۳۶

۱۶۰۔ الفتاویٰ الهندیة، المجلد (۱)، کتاب الحج، الباب الرابع فیما یفعله المحرم بعد الإحرام، ص۲۲۴

نمی شود در عرف لابس رأس و نہ بساتر بینی (۱۶۱)

یعنی، اپنا یا دوسرے کا ہاتھ اپنے سر یا ناک پر رکھنا (مباحاتِ احرام میں سے ہے) کیونکہ عُرف میں اس کو نہ سر ڈھاکنے والا کہتے ہیں اور نہ ناک کو چُھپانے والا۔

باقی رہا چہرہ تو اُسے چھپانا جائز نہیں ہے، چنانچہ ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

و تغطیه الرأس أی کلّه أو بعضه لکنه فی حق الرجل و الوجه أی للرجل و المرأة (۱۶۲)

یعنی، مرد کے لئے پورے سر یا اس کے کچھ حصے کو ڈھانکنا اور مرد و عورت کے لئے چہرے کو ڈھانکنا محرّماتِ احرام میں سے ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

جائز نیست مُحرِم را پوشیدن تمام روی یا بعض آن اگر چہ مُحرِم مرد باشد یا زن (۱۶۳)

یعنی، مُحرِم کے لئے اپنے پورے چہرے کو چُھپانا جائز نہیں، مُحرِم چاہے مرد ہو یا عورت (دونوں کا یہی حکم ہے)۔

لٰہذا صرف ناک یا منہ یا سر پر ہاتھ رکھنے میں حرج نہیں ہے اور چہرے پر ہاتھ پھیرنے کی صورت میں بھی کچھ لازم نہیں آئے گا کیونکہ اسے فقہاء کرام نے اسے محرّماتِ احرام میں ذکر نہیں کیا اور اسے عادۃً و عرفاً ڈھکنا نہیں کہا جاتا، اور اس طرح ہاتھ پھیرنا کہ چہرہ کُل یا چوتھائی چُھپ جائے اس سے احتراز کرنا چاہئے کیونکہ فقہاء کرام نے اسے مُباحاتِ احرام میں ذکر نہیں کیا، علاوہ ازیں ہاتھ پھیرنے میں بال گرنے کا بھی احتمال ہے، اور تولئے یا دوسرے کسی کپڑے سے ایسا کرنا ممنوع ہے جیسا کہ مندرجہ بالا سطور میں ہے۔ اور کپڑے سے ناک

۱۶۱۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، باب اول، فصل ہشتم، در بیان مباحات احرام، ص ۹۷

۱۶۲۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، فصل: فی محرّمات الاحرام، ص ۱۳۱

۱۶۳۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، باب اول، فصل ششم در بیان محرّمات احرام، ص ۸۷

صاف کرنے کی حاجت ہو تو اس طرح صاف کرے کہ کپڑے سے چہرے کا چوتھائی حصہ نہ ڈھکنے پائے۔

والله تعالى أعلم بالصواب

يوم الأحد، ٢٦ ذی القعدة ١٤٢٧ھ، ١٦ دیسمبر ٢٠٠٦م (F-296)

بُھولے سے یا کسی دوسرے کے فعل سے مُحرِم کے سر یا چہرے پر کپڑا آجانے کا حکم

استفتاء:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ احرام میں کبھی کبھار بھولے سے سر پر احرام کی چادر آجاتی ہے اور کبھی دوسرے اپنی چادر درست کرتے ہیں تو کسی مُحرِم کے منہ پر لگ جاتی ہے تو اس صورت میں کیا مُحرِم پر کچھ لازم ہوگا یا نہیں؟ اسی طرح چہرے کا معاملہ ہے تو اس کا کیا حکم ہوگا؟

(السائل: محمد اشفاق قادری، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: سر اور چہرے کا چھپانا مُحرّماتِ احرام میں سے ہے اس لئے جائز نہیں چنانچہ ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

و تغطية الرأس أى كلّه أو بعضه لكنه فی حق الرجل (١٦٤)

یعنی، محرّماتِ احرام میں سے پورے سر یا اس کے کچھ حصے کو ڈھانکنا ہے لیکن یہ حکم مرد کے لئے ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

جائز نیست مُحرِم را اگر مرد باشد پوشیدن تمام سر یا بعض آن

یعنی، جائز نہیں مرد مُحرِم کو پورے یا بعض سر کا ڈھکنا۔

اور لکھتے ہیں:

---

١٦٤ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، فصل فی محرّمات الاحرام، ص ١٣١

حرمت پوشیدن سر در حق مرد مُحرِم نیز وقتی باشد کہ بپوشد آن را بچیزے کہ پوشیدہ شود بآن سر را بطریق عادت چنانچہ جامہ و مانند آن باطین یا حناء کوفتہ (۱۶۵)

یعنی، مُحرِم مرد کے لئے سر چھپانے کی حُرمت اس صورت میں ہے جب کسی ایسی چیز سے سر چُھپائے جس سے عام طور پر عادتاً سر چُھپایا جاتا ہو جیسے کپڑا (رومال وغیرہ) یا گیلی مٹی، یا کوٹی ہوئی مہندی۔

اور چہرہ چُھپانا مرد و عورت دونوں کو ناجائز ہے چنانچہ ملا علی قاری لکھتے ہیں:

و الوجہ أی للرجل و المرأۃ (۱۶۶)

یعنی، محرماتِ احرام میں سے ہے مرد اور عورت کا چہرہ کا چُھپانا۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

جائز نیست مُحرِم را پوشیدن تمام روی یا بعض آن اگرچہ مُحرِم مرد باشد یا زن (۱۶۷)

یعنی، مُحرِم عورت ہو یا مرد اسے پورا چہرہ یا کچھ حصہ ڈھانکنا جائز نہیں۔

اور ممنوعاتِ احرام کے ارتکاب پر جزاؤں کے لزوم میں سہو، نسیان اور عمد تینوں برابر ہوتے ہیں اور اس میں بھی کوئی فرق نہیں کہ ممنوع کا ارتکاب اپنے فعل سے ہو یا دوسرے کسی کے فعل سے ہو، بہر حال جزا لازم ہو جائے گی، صرف دوسرے کے فعل سے ہونے کی صورت میں گناہ نہیں ہوگا۔

صورت مذکورہ میں مرد کا پورا سر ڈھک جائے یا چوتھائی اس پر صدقہ لازم ہوگا اسی طرح چہرہ کی ٹکلی پوری ڈھکے یا چوتھائی تو صدقہ ہے چوتھائی سے کم میں کچھ نہیں، چنانچہ امام ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان الکرمانی لکھتے ہیں:

۱۶۵۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب اول، فصل ششم در بیان محرمات احرام، ص ۸۷

۱۶۶۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، ص ۱۳۱

۱۶۷۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، ص ۸۷

و لو غطّی ربع رأسه ما عرف، و ان کان أقل من ذلك فعليه صدقة لخفة الجناية (١٦٨)

یعنی، اگر چوتھائی سر یا اس سے زائد کو ایک کامل دن تک ڈھکے رکھا تو اس پر دم لازم ہے، کیونکہ چوتھائی کُل کے قائم مقام ہے اور اگر اس سے کم ہو تو جنایت کے خفیف ہونے کی وجہ سے صدقہ لازم ہوگا۔

اور اگر چوتھائی سر یا چہرے کے ڈھکنے کی مدت چار پہر ہو جاتی تو دَم لازم آتا چنانچہ لکھتے ہیں:

و عندنا مقدرة، ما لم يكن يوماً أو ليلةً لا يلزمه دم، و إن كان أقل من ذلك لزمه صدقة، و إنما قدرنا بيوم كامل أو ليلة، لأن كمال الترفة لا يحصل إلا بيوم كامل فتوجب كمال الدم، و إن كان أقل من يوم تجب صدقه، نصف صاع من برّ كما فی صدقة الفطر (١٦٩)

یعنی، اور ہمارے نزدیک اس کا اندازہ مقرر ہے جب تک ایک دن یا ایک رات نہ ہو تو اس پر دم لازم نہ ہوگا اور اگر اس سے کم ہو تو اُسے صدقہ لازم ہوگا، کیونکہ کمال نفع ایک دن یا ایک رات کے بغیر حاصل نہیں ہوتا تو کامل دم لازم ہوگا اور اگر (کامل) دن (چار پہر) سے کم ہو تو نصف صاع گندم صدقہ واجب ہے جیسا کہ صدقۂ فطر میں۔ (یعنی، تقریباً دو کلو پینتالیس گرام گندم یا اس کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہوگا)

اور چہرے کا وہی حکم ہے جو سر کا حکم ہے یعنی چوتھائی چہرہ کُل چہرے کے قائم مقام ہے اور اس میں بھی دم کے وجوب کے لئے ایک دن یا ایک رات ڈھکا ہونا، ضروری ہے اور اس مقدار سے کم میں صدقہ واجب ہے، چنانچہ امام کرمانی لکھتے ہیں:

١٦٨۔ المسالك فی المناسك: ٢/ ٧٠٧

١٦٩۔ المسالك فی المناسك: ٢/ ٧٠٨

و كذا الحكم في الوجه: عندنا لا يجوز تغطيته، و لو غطاه تجب الفدية كما في الرأس (١٧٠)

یعنی، چہرے میں حکم اسی طرح ہے ہمارے نزدیک چہرے کو ڈھکنا جائز نہیں اور اگر چہرے کو ڈھک دیا تو فدیہ واجب ہے جیسا کہ سر کے ڈھکنے میں۔

امام شمس الدین ابوبکر محمد سرخسی لکھتے ہیں، ہماری دلیل اعرابی کی حدیث ہے جب کہ انہیں اونٹنی نے گرایا اور اس سے ان کا انتقال ہوگیا اور وہ حالتِ احرام میں تھے تو نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لَا تُخَمِّرُوا رَأْسَهُ وَ وَجْهَهُ" و في هذا تنصيص على أن المحرم لا يغطي رأسه ووجهه

یعنی، "اس کے سر اور چہرے کو (کفن سے) نہ ڈھکو"، یہ اس بات میں نص ہے کہ مُحرِم اپنے سر اور چہرے کو نہ ڈھکے۔

اور لکھتے ہیں:

و رخّص رسول الله ﷺ لعثمان رضي الله عنه حين اشتكت عينه في حال الإحرام أن يغطي وجهه، فتخصيصه حالة الضرورة بالرخصة دليل على أن المحرم منهي عن تغطية الوجه (١٧١)

یعنی، رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو چہرہ ڈھکنے کی اجازت دی جب کہ حالتِ احرام میں ان کی آنکھ میں تکلیف ہوئی، تو حالتِ ضرورت کے ساتھ رخصت کی تخصیص اس بات کی دلیل ہے کہ مُحرِم کو چہرے کا ڈھکنا ممنوع ہے۔

١٧٠۔ المسالك في المناسك: ٧٠٨/٢

١٧١۔ كتاب المبسوط، المجلد (٢)، الجزء (٤)، كتاب المناسك، ص٨

اسی طرح ''بہار شریعت میں بحوالہ عالمگیری'' ہے۔(۱۷۲)

لہٰذا ثابت ہوا کہ دم کے لزوم کے لئے کم از کم چوتھائی چہرے کا ڈھکنا اور اس حالت پر چار پہر گزرنا ضروری ہے۔

اور اگر چہرہ تو چوتھائی یا اس سے زیادہ ڈھکا مگر وقت چار پہر سے کم گزرا تو صدقہ لازم ہوگا۔

اور اگر چہرہ چوتھائی سے کم ڈھکا اور اس پر چار پہر گزر گئے تو بھی صدقہ لازم ہوگا۔

اور اگر چہرہ چوتھائی سے کم ڈھکا اور اس پر وقت کے چار پہر بھی نہ گزرے تو اس پر کچھ نہیں۔

اور ظاہر ہے کہ جب کسی نے چادر درست کی اور دوسرے کے چہرے یا سر پر لگ گئی تو غالب یہی ہے کہ کم از کم چوتھائی سر یا چہرہ پر لگ ہی جائے گی اور جب اتنا سر یا چہرہ کپڑے سے چُھپ گیا اگرچہ دوسرے کے فعل سے ہو یا اپنے فعل سے یا بھول کر ہو اگرچہ قلیل وقت کے لئے ہو صدقہ واجب ہو جائے گا۔ ہاں اگر چوتھائی سر یا منہ سے کم ہو تو کچھ لازم نہ ہوگا۔

والله تعالى أعلم بالصواب

يوم الإثنين، ۲۷ ذی القعدة ۱٤۲۷ھ، ۱۸ دیسمبر ۲۰۰٦ م (297-F)

دورانِ سعی زوجین کا شہوت کے ساتھ ایک دوسرے کو چُھونا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنی بیوی کا ہاتھ تھامے عمرہ کی سعی کر رہا تھا کہ اُسے شہوت پیدا ہو گئی، اس صورت میں اس کا عمرہ صحیح ہوا یا نہیں اور اس پر کیا لازم آئے گا اور عورت کے لئے کیا حکم ہے؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالى وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں مرد پر دم لازم ہو گا چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبد اللہ سندھی حنفی اور ملا علی قاری لکھتے ہیں:

۱۷۲۔ حصہ ششم، حج کا بیان، جرم اور اُن کے کفارے، ص ۱۰۳

باشر أو عانق أو قبّل أو لمس بشهوة قيد لكل فأنزل أو لم ينزل أي في الجميع فعليه دم كما في "المبسوط" و "الهداية"، و "الكافي" و "البدائع" و "شرح المجمع و غيرها" (۱۷۳)

یعنی، شہوت کے ساتھ مباشرت کی یا بوسہ لیا یا چھوا تو تمام صورتوں میں اس پر دم لازم ہے جیسا کہ مبسوط، ہدایہ، کافی، بدائع اور شرح المجمع وغیرہا میں ہے۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ "در مختار" اور "رد المحتار" (۲/۵۵٤) کے حوالے سے لکھتے ہیں:

مباشرت فاحشہ اور شہوت کے ساتھ بوس و کنار اور بدن کو مس کرنے میں دم ہے اگرچہ انزال نہ ہو۔ (۱۷٤)

اور اس فعل سے اگر عورت کو بھی لذت کا احساس ہوا ہو تو اس پر بھی دم لازم ہے چنانچہ "جوهرة النيرة" کے حوالے سے لکھتے ہیں:

مرد کے ان افعال سے عورت کو لذت آئے تو وہ بھی دم دے۔ (۱۷۵)

والله تعالى أعلم بالصواب

يوم الخميس، ۱ ذوالحجه ۱٤۲۷ھ، ۲۱ دیسمبر ۲۰۰٦ م (310-F)

متمتع کا قربانی سے قبل حلق کروانا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی قربانی نہ ہوئی تھی اسے بتایا گیا کہ تیری قربانی ہوگئی ہے تو اس نے حلق کروا دیا تو اس صورت میں اس پر کیا لازم آئے گا؟

(السائل: محمد رضوان، لبیک حج گروپ، کھارادر)

۱۷۳۔ المسلك المتقسّط في المنسك المتوسّط، باب الجنايات، فصل في حكم دواعي الجماع، ص ۳۸۰

۱۷٤۔ بہار شریعت، جلد (۱)، حصہ (٦)، ص ۱۰٦

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: اس صورت میں اس شخص پر دم لازم ہے کیونکہ ہم احناف کے نزدیک متمتع رمی، ذبح اور حلق میں ترتیب واجب ہے، جب اس نے ذبح سے قبل حلق کروالیا تو ترتیب برقرار نہ رہی جو کہ واجبات میں سے ہے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی متوفی ۱۱۷۴ھ واجبات حج کے بیان میں لکھتے ہیں

بیست وششم: تقدیم رمی جمار بر ذبح درحق قارن ومتمتع...... بیست وہشتم: تقدیم ذبح ہدی بر حلق درحق قارن ومتمتع أیضاً (۱۷۶)

یعنی، چھبیسواں (واجب): رمی جمار کا ذبح پر مقدم ہونا قارن اور متمتع کے حق میں۔ اٹھائیسویں (واجب): ذبح ہدی کا بھی حلق پر مقدم ہونا قارن اور متمتع کے حق میں۔

لہٰذا ترکِ واجب کی وجہ سے اس پر دم لازم آئے گا، چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و لو حلق المفرد أو غيره قبل الرمی، أو القارن أو المتمتع قبل الذبح فعليه دم (۱۷۷)

یعنی، اگر مفرد یا غیر مفرد (قارن یا متمتع) نے اس سے قبل حلق کیا یا قارن یا متمتع نے ذبح سے قبل حلق کیا، یا قارن یا متمتع نے رمی سے قبل ذبح کیا تو اس پر (ترکِ ترتیب کی وجہ سے) دم لازم ہے۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۸شوال المکرم ۱٤۲۷ھ، ۱نوفمبر ۲۰۰٦م (234-F)

رمی، قربانی، حلق اور طوافِ زیارت میں ترتیب کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں

۱۷٦۔ حياة القلوب فی زيارة المحبوب، مقدمة الرسالة، فصل سيوم، واجباب حج، ص ٤٤

۱۷۷۔ لباب المناسك، باب الجنايات، فصل فی ترك الترتيب بين أفعال الحج

کہ جیسے رمی، قربانی اور حلق میں ترتیب واجب ہے اسی طرح طوافِ زیارت کا ان تین اُمور کے بعد کرنا واجب ہے یا مسنون ہے

(السائل:۔محمد عرفان ضیائی، نور مسجد مٹھادر، کراچی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ و تقدس الجواب:۔ روزِ نحر (یعنی دس ذو الحجہ کو) اعمالِ مشروعہ چار ہیں

۱۔ رمی جمرہ عقبہ ۲۔ جانور کی قربانی

۳۔ حلق یا قصر ۴۔ طوافِ زیارت

اور اگر کسی نے طواف کے ساتھ سعی نہ کی تو اس کے لئے پانچویں چیز سعی بھی مشروع ہے۔(۱۷۸)

علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ (۱۷۹) اور علامہ سراج الدین عمر بن ابراہیم ابن نجیم حنفی متوفی ۱۰۰۵ھ (۱۸۰) لکھتے ہیں:

واعلم أن مایفعل یوم النحر أربعة: الرمی، والنحر، والحلق، والطواف

یعنی، جاننا چاہیئے کہ حاجی (قارن یا متمتع) دسویں ذوالحجہ جو کو کام کرے گا وہ چار ہیں: (۱) رمی جمرہ عقبہ، (۲) جانور کی قربانی، (۳) حلق (یا تقصیر)، (۴) طوافِ زیارت

علامہ ابوبکر بن علی حدادی حنفی متوفی ۸۰۰ھ لکھتے ہیں:

قال فی "النهاية" الأمور الأربعة وهی الرمی والذبح والحلق، والطواف تفعل فی أول أيام النحر علی الترتيب وضابطة "ر ذ

۱۷۸۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب للمخدوم محمد هاشم التتوی، باب نهم، فصل الثانی، ص ۲۱۰

۱۷۹۔ البحر الرائق شرح کنز الدقائق، المجلد (۳)، کتاب الحج، باب الجنایات، فصل، تحت قوله أو أخّر الحلق الخ، ص ۲٤

۱۸۰۔ النهر الفائق شرح کنز الدقائق، المجلد (۲)، کتاب الحج، باب الجنایات، تحت قوله: أو طواف الرکن، ص ۳۰

ح ط " فالراء الرمی ، والذال الذبح ، والحاء الحلق ، والطاء الطواف الخ (۱۸۱)

اور علامہ علاؤ الدین حصکفی ۱۱۰۸ھ (۱۸۲) اور ان سے علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ (۱۸۳) نقل کرتے ہیں:

فیجب فی یوم النحر أربعة أشیاء : الرمی ، ثم الذبح لغیر المفرد ، ثم الحلق ، ثم الطواف

یعنی، دسویں ذوالحجہ کو حاجی (قارن یا متمتع) پر چار چیزیں واجب ہیں:

(۱) رمی، (۲) قربانی، (۳) حلق، (۴) طوافِ زیارت۔

اور طوافِ زیارت کے درست ہونے کا وقت دسویں ذوالحجہ کی صبح صادق سے شروع ہوتا ہے۔ اس وقت سے قبل اگر کسی نے طوافِ زیارت کر لیا تو وہ طواف درست نہ ہوگا۔ اور دسویں کی صبح صادق کے بعد کرے گا تو درست ہو جائے گا اگرچہ وہ رمی و حلق سے قبل ہی کیوں نہ کر لے، چنانچہ علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ (۱۸٤) لکھتے ہیں اور ان سے علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ (۱۸۵) نقل کرتے ہیں:

أول وقت صحته إذا طلع الفجر من یوم النحر ولو قبل الرمی والحلق

یعنی، طوافِ زیارت کے درست ہونے کا اوّل وقت وہ ہے جب دسویں

۱۸۱۔ الجوهرة النیرة ، المجلد (۱) ، کتاب الحج ، تحت قوله : وقد حل له کل شئ الخ ص ۲۰۵

۱۸۲۔ الدر المختار ، المجلد (۲) ، کتاب الحج ، باب الجنایات ، ص ٥٥٤

۱۸۳۔ رد المحتار علی الدر المختار ، المجدل (۲) کتاب الحج ، مطلب : فی فروض الحج و واجبات، ص ٤٧٠

۱۸٤۔ البحر الرائق ، المجلد (۲) ، کتاب الحج ، باب الإحرام ، تحت قوله : ثم إلی مکة یوم النحر الخ، ص ۳٤٧

۱۸۵۔ منحة الخالق علی البحر الرائق ، المجلد (۳) ، کتاب الحج ، باب الجنایات ، تحت قوله : وقد نص فی "المعراج" الخ، ص ۲٤

ذوالحجہ کی فجر طلوع ہو جائے، اگرچہ رمی اور حلق سے قبل ہو (یعنی رمی اور حلق سے قبل طوافِ زیارت کرلے تو طواف درست ہو جائے گا)۔

اس سے معلوم ہوا اگر کسی شخص نے حلق (سر منڈوانے) سے قبل طوافِ زیارت کرلیا تو اُس کا طواف درست ہو جائے گا اور اس طرح کرنے اس پر کچھ لازم نہیں آئے گا

علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی سر منڈوانے سے قبل طوافِ زیارت کرنے والے کے بارے میں لکھتے ہیں:

وقد نصّ فی "المعراج" فی مسئلة حلق القارن قبل الذبح أنه إذا قدّم الطواف علی الحلق لا یلزمه شئ (١٨٦)

یعنی، اور ''معراج'' میں قارن (حاجی) کے قربانی سے قبل حلق کرنے کے مسئلہ میں تصریح فرمائی ہے کہ حاجی نے جب حلق سے قبل طوافِ زیارت کرلیا تو اس پر کچھ لازم نہیں ہوگا (کیونکہ طوافِ زیارت اور ان اُمورِ ثلاثہ میں ترتیب واجب نہیں بلکہ سنّت ہے)

اور علامہ سراج الدین عمر ابراہیم ابن نجیم حنفی متوفی ١٠٠٥ھ لکھتے ہیں:

نقل فی مسئلة حلق القارن قبل الذبح عن "مبسوط" شیخ الإسلام أنه لو قدّم الطواف علی الحلق لا یلزمه شئ (١٨٧)

یعنی، قارن (حاجی) کے ذبح سے قبل حلق کرنے کا مسئلہ میں شیخ الاسلام کی کتاب "مبسوط" سے منقول ہے کہ اگر حاجی نے طواف کو حلق پر مقدم کیا تو اس پر کوئی چیز لازم نہ آئے گی

اور علامہ سید احمد بن محمد طحطاوی حنفی متوفی ١٢٣١ھ لکھتے ہیں:

إن طاف قبل الحلق لاشئ علیه، لکن لا یحل بهذا الطواف

١٨٦۔ البحر الرائق شرح کنز الدقائق، المجلد (٣)، کتاب الحج، باب الجنایات، تحت قوله: أو أخّر الحلق الخ، ص ٢٤

١٨٧۔ النهر الفائق شرح کنز الدقائق، المجلد (٣)، کتاب الحج، باب الجنایات، تحت قوله:

بل يحل بحلق (١٨٨)

یعنی، اگر حلق (سر منڈوانے) سے قبل طوافِ زیارت کرلیا تو اس پر کچھ لازم نہ آئے گا، لیکن اس طواف سے وہ احرام سے فارغ نہ ہوگا بلکہ حلق (یعنی سر منڈوانے) سے وہ احرام سے فارغ ہوگا

جس طرح حلق سے قبل طوافِ زیارت کرنے سے کچھ لازم نہیں آئے گا اسی طرح رمی سے قبل طوافِ زیارت کرلیا تو بھی ایسا کرنے والے پر کچھ لازم نہ ہوگا چنانچہ علامہ علی بن سلطان ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

ولو طاف أى المفرد وغيره قبل الرمى و الحلق لاشئ عليه (١٨٩)

یعنی، اگر مفرد بالحج اور اس کے غیر (متمع اور قارن) نے (جمرہ عقبہ کی) رمی (یعنی کنکریاں مارنے) اور حلق (یعنی سر منڈوانے) سے قبل طوافِ زیارت کرلیا تو اس پر کچھ لازم نہیں

اور علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

لكن لا شئ على من طاف قبل الرمى و الحلق (١٩٠)

یعنی، لیکن جس نے طوافِ زیارت رمی (یعنی جمرہ عقبہ کو کنکریاں مارنے) اور حلق (یعنی سر منڈوانے یا تقصیر) سے پہلے کیا تو اس پر کچھ لازم نہیں آئے گا۔

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

فلو طاف قبل الرمى و الحلق لا شئ عليه (١٩١)

١٨٨ـ حاشية الطحطاوى على الدر المختار، المجلد (١)، كتاب الحج، باب الجنايات، تحت قوله: والحلق، ص ٥٢٥

١٨٩ـ المسلك المتقسّط: فى المنسك المتوسّط، باب الجنايات، فصل فى ترك الترتيب بين أفعال الحج، ص ٣٩٦

١٩٠ـ الدر المختار، المجلد (٢)، كتاب الحج، باب الجنايات، ص ٥٥٤.

١٩١ـ [illegible]

یعنی، پس اگر رمی اور حلق سے قبل طوافِ زیارت کر لیا تو اس پر کچھ لازم نہ آئے گا۔

اسی طرح قارن یا متمتع حاجی نے اگر قربانی سے قبل طواف زیارت کر لیا تو اس پر بھی کچھ لازم نہیں ہوگا کہ جس طرح رمی اور طوافِ زیارت میں ترتیب واجب نہیں اسی طرح قربانی اور طوافِ زیارت میں بھی ترتیب واجب نہیں، چنانچہ سید محمد امین ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

إذا لم يجب ترتيب الطواف على الرمی لم يجب على الذبح (۱۹۲)

یعنی، جب طوافِ زیارت کی ترتیب رمی پر واجب نہیں تو اس کی ترتیب قربانی پر بھی واجب نہیں ہے

چنانچہ علامہ سید احمد بن محمد طحطاوی حنفی لکھتے ہیں:

و كذا لو طاف القارن و المتمتع قبل الذبح ، لأن الطواف إذا كان لا يلزم بتقدمه على الرمی المتقدم على الذبح شئ فمن باب أولى أن لا يلزم فی تقدمه على الذبح الواجب فی القارن والمتمتع الخ (۱۹۳)

یعنی، اور اسی طرح اگر قارن اور متمتع نے قربانی سے قبل طوافِ زیارت لیا (تو اس پر کچھ لازم نہ ہوگا) کیونکہ جب رمی جو قربانی پر (ترتیب میں) مقدم ہے اس سے قبل طوافِ زیارت کرنے سے کچھ لازم نہیں آتا تو قارن اور متمتع کے لئے قربانی سے قبل طوافِ زیارت کرنے سے بطریقِ اولی کچھ لازم نہیں آئے گا

اور فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ طوافِ زیارت اور اُمورِ ثلاثہ (یعنی رمی و ذبح و حلق) میں ترتیب واجب نہیں بلکہ سنّت ہے۔ چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی حنفی اور علامہ علی

۱۹۲۔ رد المحتار على الدر المختار ، المجلد (۲) ، كتاب الحج ، باب الجنايات ، ص ۵۵۵

بن سلطان ملا علی القاری متوفی ۱۰۰۴ھ لکھتے ہیں:

وأما الترتيب بينه أى بين طواف الزيارة و بين الرمى و الحلق أى كونه بعد هما، فسنّة (١٩٤)

یعنی، اگر ترتیب طوافِ زیارت اور رمی و حلق کے مابین یعنی طوافِ زیارت کا رمی و حلق کے بعد ہونا تو وہ سنّت ہے

اور علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

وأما الترتيب بين الطواف و بين الرمى و الحلق فسنّة فلو طاف قبل الرمى و الحلق لا شئ عليه ويكره "لباب" (١٩٥)

یعنی، اور مگر طوافِ زیارت اور رمی و حلق میں ترتیب تو وہ سنّت ہے، پس اگر رمی و حلق سے قبل طوافِ زیارت کرلیا تو اس پر کچھ لازم نہیں، اور مکروہ ہوگا۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

أما الترتيب بينه و بين الرمى و الحلق فسنّة (١٩٦)

یعنی، مگر طوافِ زیارت اور رمی و حلق میں ترتیب تو وہ سنّت ہے

لہٰذا طوافِ زیارت اور اُمورِ ثلاثہ (رمی، قربانی اور حلق) میں ترتیب سنّت ہے نہ کہ وہ واجب اسی لئے فقہاء کرام نے تصریح کردی کہ طوافِ زیارت اور اُمورِ ثلاثہ میں ترتیب واجب نہیں، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی طوافِ زیارت اور رمی و حلق کے مابین ترتیب کے بارے میں لکھتے ہیں:

١٩٤۔ المسلك المتقسّط فى المنسك المتوسّط، باب طواف الزيارة، فصل: فى شرائط صحة الطواف، ص ٢٥٧

١٩٥۔ الدر المختار، المجلد (٢) كتاب الحج، تحت قول التنوير: والترتيب الأتى الخ ص ٤٧٠

١٩٦۔ رد المحتار على الدر المختار، المجلد (٢) كتاب، الحج، مطلب: فى طواف الزيارة، ص ٥١٧ أيضاً منحة الخالق على البحرا لرائق، المجلد (٢)، كتاب الحج، باب الإحرام، تحت قول صاحب البحر: وقول المصنف: فطف الخ، ص ٣٤٧

ولیس بواجب (۱۹۷)

یعنی، (ان کے مابین) ترتیب واجب نہیں

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

والحاصل أن الطواف لا یجب ترتیبه علی شئ من الثلاثه (۱۹۸)

یعنی، حاصل کلام یہ ہے کہ طوافِ زیارت کی ترتیب اُمورِ ثلاثہ پر واجب نہیں ہے

جب رمی و حلق میں مفرد بالحج کے لئے اور رمی، قربانی اور حلق میں قارن اور متمتع کے لئے ترتیب واجب ہے تو پھر اس ترتیب کا خلاف کرنے کی صورت میں دم واجب ہوتا ہے، چنانچہ علامہ سید احمد بن محمد طحطاوی حنفی لکھتے ہیں:

وأنما یلزم الدم إن حلق قبل الرمی مطلقاً أو ذبح قبل الرمی وکان قارناً أو متمتعاً (۱۹۹)

یعنی، دم صرف اس صورت میں لازم ہوگا جب وہ مطلقاً رمی سے قبل حلق کرے یا رمی سے قبل قربانی کرے اور وہ قارن یا متمتع ہو۔

اور اُمورِ ثلاثہ سے قبل طوافِ زیارت کرنا سنّت کے خلاف ہونے کی وجہ سے مکروہ ضرور ہوگا چنانچہ علامہ علی بن سلطان ملا علی القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

إلا أنه قد خالف السنّة فکره علی ماصرّح به غیر واحد (۲۰۰)

یعنی، مگر یہ کہ اس نے سنّت کا خلاف کیا تو (اس کا یہ فعل) مکروہ ہوگا بنا بر اس کے کہ جس کی سوائے ایک کے باقی نے تصریح کی۔

۱۹۷۔ لباب المناسك مع شرحه، باب طواف الزیارة، فصل: فی شرائط صحة الطواف، ص ۲۵۷

۱۹۸۔ رد المحتار علی الدر المختار، المجلد (۲)، کتاب الحج، مطلب: فی فروض الحج و واجباته، ص ۴۷۰

۱۹۹۔ حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار، المجلد (۱)، کتاب الحج، باب الجنایات، ص ۵۲۵

۲۰۰۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب طواف الزیارة، فصل فی شرائط صحة الطواف، ص ۲۵۷

لہٰذا فقہائے کرام نے اس کے مکروہ ہونے کی تصریح کی ہے جیسا کہ علامہ علاؤ الدین حصکفی نے "در مختار" کے کتاب الحج میں فرائض وواجباتِ حج کے بیان میں لکھا: "ویکرہ" (مکروہ ہے) اور باب الجنایات میں لکھا ہے: "نعم یکرہ" (ہاں مکروہ ہے) اور شیخ رحمت اللہ سندھی نے "لباب المناسك" کے باب الجنايات، فصل فی ترك الترتيب بين أفعال الحج میں لکھا: "ویکرہ" اور (مفرد بالحج کو رمی وحلق سے قبل طوافِ زیارت کرنا) مکروہ ہے اور ملا علی القاری نے لکھا: "مکروہ" ہے جیسا کہ مندرجہ بالا سطور میں گذرا۔

اور اس کراہت سے مراد کراہت تنزیہی ہوگی کیونکہ یہ کراہت ترکِ سنّت کی وجہ سے لازم آئی چنانچہ ملا علی قاری "لباب المناسك" کی عبارت "ویکرہ" کی شرح میں لکھتے ہیں

أی لتركه السنّة (٢٠١)

یعنی، اس لئے کہ اس نے سنّت کو ترک کیا۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ فقہاء کرام نے لکھا ہے ایسا کرنے والے پر کچھ لازم نہیں، اگر کراہت تحریمی ہوتی تو اُس پر کچھ لازم ضرور آتا اور علامہ سید احمد بن محمد طحطاوی نے "در مختار" پر اپنے "حاشیہ" میں تصریح فرمائی ہے کہ صاحبِ در کے قول: "مکروہ ہے" سے مراد مکروہ تنزیہی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

قوله : يكره أی تنزيهًا لأنها فی مقابلة السنّة (٢٠٢) قوله : نعم يكره أی تنزيه كما يفاد ممّا تقدم (٢٠٣)

یعنی، صاحب در کا قول: "مکروہ" ہے یعنی مکروہ تنزیہی ہے، کیونکہ وہ سنّت کے مقابلہ میں ہے (دوسرے مقام پر لکھا) صاحب در کا قول: "ہاں مکروہ ہے" کا مطلب ہے مکروہ تنزیہی ہے جیسا کہ جو پہلے گذرا اس سے مستفاد ہے۔

٢٠١۔ المسلك المتقسّط، باب الجناجات، فصل : فی ترك الترتيب بين أفعال الحج، ص ٣٩٦

٢٠٢۔ كتاب الحج، ص ٤٨٦

٢٠٣۔ كتاب الخج، باب الجنايات، ص ٥٢٥

اور بعض علماء کرام طوافِ زیارت اور اُمور ثلاثہ کے مابین ترتیب کو بھی واجب سمجھتے ہیں اور قِلّتِ مطالعہ یا کُتُبِ فقہ کی طرف عدم مراجعت کی بنا پر اس میں نزاع بھی کرتے ہیں، انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ ترتیب تو رمی و ذبح وحلق میں واجب ہے نہ کہ طواف زیارت اور اُمور ثلاثہ (یعنی رمی، قربانی اور حلق) میں۔ چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں:

وإنما يجب الترتيب الثلاثة : الرمی ، ثم الذبح ، ثم الحلق لكن المفرد لاذبح عليه فبقی عليه الترتيب بين الرمی و الحلق (٢٠٤)

یعنی، اور ترتیب صرف تین میں واجب ہے: (۱) رمی، (۲) پھر ذبح، (۳) پھر حلق، لیکن مفرد بالحج پر ذبح نہیں تو اس پر رمی اور حلق میں ترتیب باقی رہے گی۔

اور ''بہار شریعت'' کی عبارت جو طوافِ زیارت اور اُمور ثلاثہ کے مابین ترتیب کے وجوب کو ثابت کرنے کے لئے پیش کی جاتی ہے اس سے مراد یومِ نحر میں کئے جانے والے اعمال مشروعہ کا بیان کرنا ہے نہ کہ سب میں ترتیب کو واجب بتانا کیونکہ جو ترتیب وہاں مذکور ہے اس میں تین کے مابین ترتیب واجب اور اُن کی چوتھے یعنی طوافِ زیارت کے ساتھ ترتیب مسنون ہے جیسا کہ فقہ حنفی کی معتبر، معتمد کُتُب میں اس کی تصریح مذکور ہے۔

واللّٰہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم السبت، ٢١ جمادی الأخریٰ ٣٠ یولیو ٢٠٠٥ م (84-F.inp)

٢٠٤۔ الرد المحتار علی الدر المختار، المجلد (٢)، کتاب الحج، مطلب: فی فروض الحج و واجباته، ص ٤٧٠

عورتوں کے مسائل

عورت کن کن مردوں کے ساتھ سفر حج وعمرہ کے لئے جاسکتی ہے

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عورت اپنے داماد کے ساتھ حج یا عمرہ کے لئے جاسکتی ہے نیز کن کن کے ساتھ اس کا یہ سفر جائز ہے؟

(السائل: محمد سلیم برکاتی، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: داماد کے ساتھ نکاح ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتا ہے اور عورت ہر اس مرد کے ساتھ سفر کر سکتی ہے جس کے ساتھ نکاح ہمیشہ کے لئے حرام ہو، چنانچہ علامہ فخر الدین عثمان بن علی زیلعی حنفی متوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں:

لها أن تخرج مع كل محرم على التأبيد بنسب أو رضاع أو مصاهرة (۲۰۵)

یعنی، عورت کے لئے جائز ہے کہ وہ ہر اس مرد کے ساتھ سفر کو نکلے کہ جس سے اس کا نکاح نسب یا رضاعت، یا مصاہرت (سُسرالی رشتے) کی وجہ سے ہمیشہ کے لئے حرام ہے۔

لیکن عورت اگر جوان ہو تو اُسے اپنے داماد سے دُور رہنا ہی بہتر ہوتا ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم السبت، ۲ جمادی الأولی ۱۴۲۸ھ، ۱۹ مایو ۲۰۰۷م (374-F)

بغیر محرم کے سفرِ حج کا شرعی حکم اور حکومت کی حج پالیسی

الاستفتاء: محترم علامہ صاحب، عورت کے بغیر محرم کے سفرِ حج کی ادائیگی کا شرعی حکم اور حکومت کی حج پالیسی، اس کے بارے میں مدلّل جواب عنایت فرمائیں۔ قرآن و

حدیث اور ائمہ کے اقوال کی روشنی میں جواب دیں۔ مزید یہ کہ گذشتہ حکومتیں اور موجودہ حکومت نے جو اس سلسلے میں اقدام کئے انہیں بھی واضح کر کے ممنون فرمائیں۔ آیا حکومت کی پالیسی اسلام کے قوانین کے مطابق ہے یا نہیں اور اگر نہیں ہے تو اسے صحیح کرنے کیلئے اپنی ذاتی آراء سے نوازیں۔ مزید یہ کہ اس موضوع پر کن کُتب سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

(السائل: محمد حسین، از جامع مسجد ربانی، کھوکھرا پار نمبر ۴، ملیر، کراچی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ و تقدس: جس عورت کو حج کے لئے شرعی سفر کرنا پڑے اور اس کے ساتھ اس کا شوہر یا محرم نہ ہو تو اس پر حج فرض نہیں۔

سفر کی قسمیں: کیونکہ سفر کی دو قسمیں ہیں: ایک اضطراری ہے اور دوسرا اختیاری۔ اضطراری سفر کا حکم یہ ہے کہ اس کے لئے محرم یا شوہر کی کوئی قید نہیں جیسا کہ علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

> ''اور ہجرت کرنے والی عورت کا مسئلہ جُدا ہے کیونکہ وہ اختیاراً نہیں بلکہ اضطراراً نجات حاصل کرنے کے لئے جارہی ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر اس کو راستہ میں مسلمانوں کا لشکر مل جائے اور اس کو پناہ اور امن حاصل ہو جائے تو اب بغیر محرم کے جانا اس کے لئے جائز نہیں ہے اور پہلے اپنی جان بچانے کے لئے اس کا جانا اضطراراً تھا''۔(۲۰۶)

اور اختیاری سفر کا حکم یہ ہے کہ بغیر محرم یا شوہر کے عورت تین دن یا اس سے زائد کا سفر نہیں کر سکتی اور حج کا سفر اختیاری ہے اضطراری نہیں۔

قرآن: قرآن میں ہے:

﴿لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلاً﴾ (۲۰۷)

ترجمہ: اور اللہ کے لئے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا ہے جو اس تک چل سکے۔ (کنز الایمان)

۲۰۶۔ المبسوط، جلد(٤)، ص ۱۱۱

اللہ تعالیٰ نے حج اس پر فرض فرمایا جو استطاعت رکھتا ہو تو جیسے کسی کے پاس زادِ راہ نہ ہو تو اس میں حج کی استطاعت نہیں ہوتی، اور جو عاقل و بالغ نہ ہو اس میں بھی استطاعت نہیں ہوتی، اسی طرح وہ عورت جس کے ساتھ اس کا محرم یا شوہر نہ ہو اس میں بھی حج کی استطاعت نہیں کیونکہ عورت کو بغیر محرم یا شوہر کے سفر کرنا حرام ہے اور یہ اس وقت ہے جب عورت کو حج کے لئے شرعی سفر کرنا پڑے (یعنی عورت کی رہائش اور حرم مکہ کے درمیان تین دن پیدل سفر کی مسافت ہو)۔

احادیث: چنانچہ حدیث شریف میں ہے

۱۔ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما أن رسول اللہ ﷺ قال: "لَا تُسَافِرُ الْمَرْأَةُ ثَلَاثًا، إِلَّا وَ مَعَهَا ذُوْ مَحْرَمٍ"۔ (۲۰۸)

یعنی، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی عورت بغیر محرم کے تین دن کا سفر نہ کرے۔

۲۔ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما عن النبی ﷺ قال: "لَا یَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَ الْیَوْمِ الْآخِرِ، تُسَافِرُ مَسِیْرَةَ ثَلَاثِ لَیَالٍ، إِلَّا وَ مَعَهَا ذُوْ مَحْرَمٍ"۔ (۲۰۹)

یعنی، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو عورت اللہ تعالیٰ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتی ہو وہ بغیر مَحرم کے تین راتوں کی مسافت نہ کرے۔

۳۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
"لَا تُسَافِرُ الْمَرْأَةُ ثَلَاثًا، اِلَّا مَعَ ذِیْ مَحْرَمٍ"۔ (۲۱۰)

۲۰۸۔ صحیح مسلم، کتاب (۱۵) الحج، باب (۷۴) سفر المرأة مع محرم الی حج و غیرہ، ص ۵۰۰، الحدیث: ۴۱۳ (۱۳۳۸)

۲۰۹۔ صحیح مسلم، ص ۵۰۰، الحدیث: ۴۱۴ (۱۳۳۸)

یعنی، بغیر محرم کے عورت تین دن کا سفر نہ کرے۔

۴۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لَا یَحِلُّ لِامْرَأَۃٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَ الْیَوْمِ الْآخِرِ، أَنْ تُسَافِرَ سَفَراً یَکُوْنُ ثَلَاثَۃَ أَیَّامٍ فَصَاعِداً، إِلَّا وَ مَعَھَا أَبُوْھَا أَوِ ابْنُھَا أَوْ زَوْجُھَا أَوْ أَخُوْھَا أَوْ ذُوْ مَحْرَمٍ مِنْھَا"۔ (۲۱۱)

یعنی، جو عورت اللہ تعالیٰ اور روزِ آخرت پر یقین رکھتی ہے اس کے لئے اس کے باپ، بیٹے، بھائی، شوہر یا کسی اور مَحرم کے بغیر تین دن کا سفر حلال نہیں۔

۵۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لَا یَحِلُّ لِامْرَأَۃٍ مُسْلِمَۃٍ تُسَافِرُ مَسِیْرَۃَ لَیْلَۃٍ إِلَّا وَ مَعَھَا رَجُلٌ ذُوْ حُرْمَۃٍ مِّنْھَا"۔ (۲۱۲)

یعنی، کسی عورت کو بھی جائز نہیں کہ وہ ایک رات کا سفر بھی بغیر مَحرم مرد کے کرے۔

۶۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک شخص نے بارگاہِ رسالت ﷺ میں عرض کی یا رسول اللہ ﷺ!

إِنَّ امْرَأَتِیْ خَرَجَتْ حَاجَّۃً، وَ إِنِّیْ اکْتُتِبْتُ فِیْ غَزْوَۃِ کَذَا وَ کَذَا، فَقَالَ "انْطَلِقْ فَحُجَّ مَعَ امْرَأَتِکَ"۔ (۲۱۳)

یعنی، میری بیوی حج کو جا رہی ہے اور میرا نام فلاں فلاں جہاد میں لکھا ہوا ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جاؤ تم اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔

اور حج کا سفر اختیاری ہے اضطراری نہیں اس لئے اسے بغیر شوہر یا مَحرم کے جانا شرعاً جائز

۲۱۱۔ صحیح مسلم، ص ۵۰۱، الحدیث: ۴۲۳ (۱۳۴۰)

۲۱۲۔ صحیح مسلم، ص ۵۰۱، الحدیث: ۴۱۹ (۱۳۳۹)

نہیں جیسا کہ مندرجہ بالا احادیث سے ثابت ہے اور احناف کا یہی نظریہ ہے چنانچہ امام شمس الدین سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

''ہمارے نزدیک بغیر شوہر یا مَحرم کے عورت کا سفر حج پر جانا جائز نہیں''۔ (۲۱۴)

اسی لئے احناف کے نزدیک مَحرم یا شوہر کا ساتھ ہونا عورت پر وجوبِ حج کی شرائط میں سے ہے یعنی جب عورت اور مکہ مکرمہ کے درمیان تین دن یا اس سے زیادہ کی مسافت ہو تو عورت پر حج فرض ہونے کے لئے شرط ہے کہ اس کے ساتھ شوہر یا اس کا مَحرم ہو اگر یہ شرط پائی گئی تو حج فرض ہوگا اور اگر نہ پائی گئی تو حج بھی فرض نہیں بالکل اسی طرح جیسے بالغ ہونا وجوبِ حج کی شرط ہے تو نابالغ پر حج فرض نہیں کیونکہ وجوبِ حج کی ایک شرط بلوغ مفقود ہے۔ چنانچہ علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں:

و منها المَحرم للمرأة شابةً كانت أو عجوزاً إذا كانت بينها و بين مكة مسيرة ثلاثة أيام هكذا في "المحيط"۔ (۲۱۵)

یعنی، وجوبِ حج کی شرائط میں سے عورت کے لئے محرم (یا شوہر) کا ساتھ ہونا ہے عورت چاہے جوان ہو یا بوڑھی جبکہ اس کے اور مکہ مکرمہ کے مابین تین دن کی مسافت ہو اسی طرح "محیط" میں ہے۔

نابالغ پر حج فرض نہیں مگر جانے سے اُسے منع نہیں کیا جائے اور عورت کا معاملہ دوسرا ہے وہ اگر مَحرم یا شوہر کے بغیر جائے تو گنہگار ہوگی جیسا کہ مندرجہ بالا احادیث سے واضح ہے۔ اور اس معاملے حکومت کی پالیسی بھی وہی ہے جو ہم احناف کا مذہب ہے یعنی قانوناً بھی ہر اس عورت کو حج کے سفر پر جانے کی اجازت نہیں دی جاتی جس کے ساتھ مَحرم یا شوہر نہ ہو۔ ہاں عورت اگر بغیر محرم کے حج کا سفر کر لیتی ہے تو گناہگار ہوگی مگر اس کا حج ادا ہو جائے

۲۱۴۔ المبسوط، جلد (٤)، ص ۱۱۱

۲۱۵۔ الفتاویٰ الهنديه، المجلد (١)، كتاب المناسك، الباب الأول في تفسير الحج وفرضيته و وقته و

گا، چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی ''جوہرہ'' کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

عورت بغیر محرم یا شوہر کے حج کو گئی تو گناہ گار ہوئی مگر حج کرے گی تو حج ادا ہو جائے گا۔ (۲۱۶)

نیز وہ عورت کہ جو استطاعت رکھتی ہے مگر اس کا کوئی محرم اپنے خرچ پر اس کے ساتھ جانے کے لئے تیار نہیں اس صورت میں عورت پر یہ لازم ہے کہ محرم کا نفقہ بھی برداشت کرے اور اگر وہ دونوں (یعنی اپنے اور ساتھ جانے والے محرم) کے سفری اخراجات پر قدرت نہیں رکھتی تو ایسی صورت میں اس پر حج فرض نہیں، چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی ''درمختار'' اور ''رد المحتار'' کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

محرم کے ساتھ جائے تو اس (محرم) کا نفقہ عورت کے ذمہ ہے، لہٰذا اب یہ شرط ہے کہ وہ اپنے اور محرم کے نفقہ پر قادر ہو۔ (۲۱۷)

یہ مسئلہ جمیع کُتُبِ فقہ و فتاویٰ میں مذکور ہے جیسے ہدایہ، شرح وقایہ، کنز الدقائق، قدوری، نور الایضاح، فتح القدیر، کفایہ، عنایہ، بنایہ، تبیین الحقائق، بحر الرائق، جوہرۃ النیرہ، مراقی الفلاح، حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، درمختار، رد المحتار، حاشیۃ الطحطاوی علی الدر، فتاویٰ قاضیخان، فتاویٰ بزازیہ، فتاویٰ ہندیہ، فتاویٰ رضویہ، بہارِ شریعت وغیرھا۔ ان کے علاوہ خصوصاً حج کے موضوع پر لکھی گئی کتب و رسائل موجود ہیں، جیسے مناسک ملا علی قاری، حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، ''انوار البشارہ'' مصنفہ امام اہلسنت امام احمد رضا علیہ الرحمہ اور علامہ فیض احمد اویسی مدظلہ کی کتاب ''حج کا ساتھی'' بہت مفید ہیں ان کے علاوہ آپ بہارِ شریعت حصہ (۶) اور رفیق الحرمین سے بھی استفادہ کر سکتے ہیں۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۱۸/محرم الحرام ۱۴۲۳ھ، ۳ اپریل ۲۰۰۲ء (235_JIA)

۲۱۶۔ بہارِ شریعت، حصہ ششم، وجوب ادا کے شرائط، ص ۱۲

عورتوں کا بآواز بلند تلبیہ پڑھنا اور دعائیں مانگنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عورت احرام باندھنے کے بعد تلبیہ اور دعائیں کتنی آواز کے ساتھ پڑھے، بعض عورتوں کو دیکھا ہے خصوصاً طواف میں بآواز بلند دعائیں پڑھتی ہیں، بسا اوقات تو ایک آگے زور سے پڑھ رہی ہوتی ہے باقی اس سے سُن کر پڑھتی ہیں اور کبھی تو ایسا بھی ہوتا ہے کہ عورت و مرد طواف کر رہے ہوتے ہیں عورت آگے پڑھ رہی ہوتی ہے اور مرد اس سے سُن کر اس کے ساتھ پڑھ رہا ہوتا ہے؟

(السائل: محمد سلیم گھانچی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: ان کا یہ فعل شرعاً ممنوع وحرام ہے کیونکہ عورت کی آواز بھی عورت ہے، چنانچہ علامہ ابو منصور محمد بن مکرم بن سفیان کرمانی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

أن لا ترفع صوتها بالتلبية، لما روی أن النبی ﷺ سمع صوت امرأة فقال: "عَقْرَیٰ حَلْقَی" أی عقر الله، فأصابها وجع فی حلقها، و المعنی فيه، و هو أن صوتها سبب الفتنة (۲۱۸)

یعنی، عورت تلبیہ کہتے ہوئے اپنی آواز کو بلند نہ کرے، کیونکہ مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ایک عورت کی آواز سُنی تو ارشاد فرمایا: "حلق میں درد ہو"، یعنی درد پیدا کر دے اللہ، تو اس عورت کے حلق میں درد ہو گیا، اور اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ عورت کی آواز فتنہ کا سبب ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

سویم آنکہ رفع نہ نکند زن صوت خود را بتلبیہ بخلاف مرد (۲۱۹)

۲۱۸۔ المسالك فی المناسك، المجلد (۱)، القسم الثانی، فصل فی إحرام المرأة و الأفعال فيه، ص ۳۵۱

یعنی، تیسرا یہ کہ عورت تلبیہ کہتے ہوئے اپنی آواز بلند نہ کرے گی بخلاف مرد کے۔

تو ثابت ہوا کہ عورت کو تلبیہ اتنی آواز سے کہنی ہے کہ اس کی آواز خود اس کے اپنے کانوں تک آئے بشرطیکہ فضاء میں شور نہ ہو، اور دیگر اذکار اور دعاؤں میں بھی عورت کے لئے یہی حکم ہے، اس کا خلاف کرنے والی خواتین اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی بجائے اسے ناراض کرنے والا کام کرتی ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت عطا فرمائے، آمین

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأحد، ٤ ذو الحجة ١٤٢٧ھ، ٢٤ دیسمبر ٢٠٠٦م (F-326)

حالتِ حیض میں عورت احرام کیسے باندھے اور افعال حج کیسے ادا کرے؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مکہ مکرمہ میں عورت اگر حج کا احرام باندھنے کے وقت حالتِ حیض میں ہو تو احرام کیسے باندھے اور حج کے باقی افعال کیسے ادا کرے؟

(السائل: خواتین لبیک حج گروپ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: احرام باندھنے کے وقت عورت اگر حالتِ حیض میں ہو تو وہ اسی حالت میں احرام باندھے گی غسل کرے گی اور اپنی رہائش گاہ سے بغیر نفل پڑھے حج کے احرام کی نیت کرے گی اور تلبیہ کہے گی، احرام کی نیت سے تلبیہ کہتے ہوئے وہ احرام والی ہو جائے گی کہ اس حالت میں اُسے کوئی نماز پڑھنا جائز نہیں، نہ فرض اور نہ نفل، اسی طرح حیض کی وجہ سے منیٰ روانگی سے قبل نفلی طواف بھی نہیں کرے گی کہ اس حالت میں اُسے مسجد میں داخل ہونا ممنوع ہے اس لئے طواف کرنا بھی ممنوع ہے اور یہ طواف نفل ہے اس لئے اس کے بعذر اور بلا عذر ترک پر اس پر کوئی جزا بھی لازم نہیں آتی، اور وہ عورت آٹھ تاریخ کو منیٰ میں ہو گی تو دعاء واستغفار کرتی رہے درود شریف پڑھتی رہے، اسی طرح نو تاریخ کو عرفات میں وقوف کرے اور حالتِ حیض وقوفِ عرفہ کو مانع نہیں وہاں بھی دعا واستغفار

کرے پھر مزدلفہ میں رات کا قیام اور صبح صادق کے بعد کا وقوف کرے ہر جگہ نماز نہ پڑھے اور قرآن نہ پڑھے کہ اس حالت میں ممنوع ہیں رمی کرے اور قربانی کے بعد قصر کروا کر احرام سے فارغ ہو جائے پھر حیض اگر دس تاریخ کو بند ہو تو غسل کر کے اپنی سہولت کے ساتھ طوافِ زیارت کر لے اور اگر گیارہ کو بند ہو جائے تو گیارہ کو طوافِ زیارت کرے اور گیارہ اور بارہ تاریخ کو رمی کا وقت ہم احناف کے نزدیک زوالِ آفتاب سے شروع ہوتا ہے اور صبح صادق تک رہتا ہے اگرچہ غروبِ آفتاب تک مسنون اور اس کے بعد بلا عذر شرعی ہو تو مکروہ تنزیہی ہے اس لئے گیارہ اور بارہ کی رمی بھی ان اوقات کے اندر کرے اور اگر حیض بارہ تاریخ کو ختم ہو تو دیکھا جائے گا کہ کس وقت ختم ہوا، اگر اس تاریخ کو غروب آفتاب سے اتنا قبل ختم ہوا کہ غسل کر کے غروب سے قبل چار پھیرے طواف کر سکتی تھی تو واجب ہے کہ وہ کرے کوتاہی کی صورت میں دم لازم ہو جائے گا اور حیض غروبِ آفتاب سے اتنا قبل ختم ہوا کہ غسل کر کے چار پھیرے طواف کے نہ ہو سکتے تھے یا غروبِ آفتاب کے بعد ختم ہو تو دونوں صورتوں میں اس پر کچھ لازم نہ ہو گا جب بھی حیض سے پاک ہو غسل کر کے طوافِ زیارت کرے کہ فرض ہے۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأحد، ٤ ذوالحجۃ ١٤٢٧ھ، ٢٤ دیسمبر ٢٠٠٦م (319-F)

حالتِ حیض میں حج میں کون کون سے افعال ممنوع ہیں؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ وہ عورت جسے ماہواری آجائے تو ایام حج میں وہ کون کون سے اعمال کر سکتی ہے اور کس کس فعل سے اُسے شرع مطہرہ نے روکا ہے اور اگر عورت اس حالت میں طواف کر لے تو اس کا کیا حکم ہے؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

جائز است مر زن حائض را اداء جمیع افعال حج و عمرہ از احرام و وقوف

عرفات وسعی بین الصفا والمروۃ وغیر آن الاّ طواف کعبہ کہ آن جائز نیست ومراد بعدم جواز مر حائض را حرمت فعل اوست نہ عدم صحت او اصلاً(۲۲۰)

یعنی، حائضہ عورت کو حج وعمرہ سے تمام افعال احرام، وقوفِ عرفات، صفا ومروہ کے مابین سعی وغیرہ جائز ہیں سوائے طوافِ کعبہ کے کہ وہ جائز نہیں، اور خاص حائضہ عورت کے لئے طواف کے عدم جواز سے مراد یہ (یعنی طواف) کرنا ہے نہ یہ کہ (اگر کیا تو) بالکل صحیح ہوگا ہی نہیں۔

اور حالتِ حیض میں طوافِ زیارت کرنے کی صورت میں اس پر بدنہ لازم ہوگا یعنی جو جُرم اس سے سرزد ہوا ہے اس کی سزا یہ ہوگی کہ سرزمینِ حرم میں اونٹ یا گائے ذبح کرے اور سچی توبہ بھی کرے۔ اور اگر ابھی مکہ میں ہی تھی کہ ماہواری ختم ہوگئی تو اس پر واجب ہوگا کہ طوافِ زیارت کا اعادہ کرے اور اعادہ کرنے کی صورت میں بدنہ ساقط ہو جائے گا اور پھر بھی توبہ کرنی ہوگی۔ چنانچہ ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

و طافت ثم عاد دمها فی أيام عادتها يصح طوافها و لزمها بدنة و كانت عاصية أی من وجهين لدخول المسجد و نفس الطواف و عليها أن تعيد طاهرة فإن أعادته يسقط ما وجب أی من البدنة و عليها التوبة من جهة المعصية و لو مع البدنة (۲۲۱)

یعنی، عورت نے طواف کیا پھر اس کا خون اس کی عادت کے ایام میں دوبارہ آگیا تو اس کا طواف صحیح ہو گیا اور اُسے بدنہ لازم ہو گیا اور وہ گنہگار رہوئی یعنی دونوں وجوہ مسجد میں داخل ہونے اور اس حالت میں طواف کرنے سے اور اس پر دم لازم ہے کہ پاک ہو کر طواف کا اعادہ کرے، پس اگر وہ اعادہ کر لیتی ہے تو اس پر سے وہ ساقط ہو گیا جو

۲۲۰۔ حياة القلوب فی زيارة المحبوب، باب اول، فصل پنجم، ص ۸۳

۲۲۱۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، فصل: حائض طهرت فی أيام النحر، ص ۳۸۸

واجب ہو یعنی بدنہ اور اس پر معصیت کی جہت سے توبہ لازم ہے اگرچہ بدنہ دے دے۔

اور ان سے مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی نقل کرتے ہیں:

اگر طواف زیارت کرد زنے در حالت حیض صحیح گردد طواف در حق سقوط فرضیت و لازم آید بروی ذبح بدنہ و عاصیہ گردد بسبب دخول در مسجد و طواف بغیر طہارت و واجب باشد بروئے اعادہ آن طواف مع الطہارۃ پس اگر اعادہ کرد ساقط گردد بدنہ از وی و واجب باشد بروے توبہ از معصیت اگرچہ دہد بدنہ اھ (۲۲۲)

یعنی، اگر حیض والی عورت طواف زیارت کر لے تو سقوط فرضیت کے لئے یہ طواف کافی ہو جائے گا اور اس بدنہ (یعنی اونٹ یا گائے) کا ذبح کرنا لازم آئے گا اور ناپاکی کی حالت میں مسجد میں داخل ہونے اور (اسی حالت میں) طواف کرنے کے سبب گنہگار ہوگی۔ اور اسی طہارت کے ساتھ اس طواف کا اعادہ واجب ہوگا، پس اگر اس نے اعادہ کرلیا تو اس سے بدنہ (یعنی اونٹ یا گائے کا ذبح کرنا) ساقط ہو جائے گا، اور اس پر گناہ سے توبہ واجب ہوگی اگرچہ بدنہ دے دے۔ (یعنی گائے یا اونٹ ذبح کردے)۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم، ذوالحجة ۱۴۲۷ھ، ینایر ۲۰۰۷ م (355-F)

حج سے بارہ روز قبل عمرہ کے احرام کی حالت میں حیض کا آجانا

استفتاء:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک خاتون حج تمتع کے ارادے سے مکہ مکرمہ پہنچی کہ اس کے ایام ماہواری شروع ہو گئے اب وہ کیا

۲۲۲۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب اول، فصل پنجم، ص ۸۳۔۸۴

کرے؟ جب کہ حج کو ابھی بارہ یا تیرہ دن باقی ہیں؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اس عورت کو چاہئے کہ وہ احرام کی پابندی میں رہے، یہاں تک کہ اس کی ماہواری ختم ہو اور ماہواری ختم ہونے کے بعد غسل کرے اور غسل میں میل نہ چھڑائے کہ وہ حالتِ احرام میں ہے اور اس حالت میں بدن سے میل چھڑانا ممنوع ہے، کیونکہ حدیث شریف سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو حاجی کا احرام میں پراگندہ سر اور مَیلا کُچیلا رہنا پسند ہے، جیسا کہ بہار شریعت (۶/۶) میں "شرح السنہ" کے حوالے سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث ہے کہ "کسی نے عرض کی یارسول اللہ! حاجی کو کیسا ہونا چاہئے؟ فرمایا: "پراگندہ سر، مَیلا کُچیلا"، الخ

پھر عمرہ ادا کر کے اپنے احرام کو کھولے اور اگر اس نے بے علمی کی بناء پر عمرہ کی ادائیگی سے قبل ہی احرام سے نکلنے کی نیت کر لی تو اس نیت سے وہ احرام سے تو باہر ہو جائے گی مگر اس پر صرف ایک دَم اور عمرہ کی قضاء لازم ہوگی اور اگر وہ جانتی ہے کہ ادائیگی عمرہ سے قبل محض ترکِ احرام کی نیت کر لینے سے وہ احرام سے نہیں نکلے گی پھر بھی اس نے ممنوعاتِ احرام کا ارتکاب شروع کر دیا تو جتنے جُرم اس سے سرزد ہوئے اتنی ہی جزائیں اس پر لازم ہوں گی اور عمرہ کی قضاء بھی کرنی ہوگی اور توبہ بھی کذا فی "حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب" للمخدوم محمد هاشم التتوی الحنفی

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۲۹ ذی القعدۃ ۱۴۲۷ھ، ۲۰ دیسمبر ۲۰۰۶ م (304-F)

حائضہ کے لئے احرامِ حج کے وقت غسل کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہم کراچی سے عمرہ کا احرام باندھ کر آئے، عمرہ کیا، احرام سے فارغ ہو گئے اب مکہ سے حج کا احرام

باندھنا ہے اور احرام کے لئے غسل کا حکم ہے کیا وہ عورت بھی احرام کے لئے غسل کرے گی جو اس وقت ماہواری میں ہو؟

(السائل: حاجی از لبیک حج گروپ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: حائضہ عورت کے لئے احرام سے قبل غسل کرنا مستحب و مستحسن ہے کیونکہ وہ حائضہ جو حجِ افراد کا احرام باندھ کر مکہ داخل ہو اس کے لئے فقہاء نے لکھا ہے کہ وہ بھی غسل کرے تو جب حالتِ احرام میں حائضہ کو دخولِ مکہ کے لئے غسل کا حکم ہے تو احرام سے قبل بطریقِ اَولیٰ اسے غسل کا حکم دیا جائے گا مگر یہ غسل فرض یا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے، چنانچہ علامہ ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان کرمانی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

و كذا تغتسل الحائض و النفساء، لأن هذا للتنظيف لا للصلاة، و النبی ﷺ أمر عائشة رضی الله عنها بالغسل عند الدخول بمكة، و هی كانت حائضاً (۲۲۳)

یعنی، اس طرح حائضہ اور نفاس والی عورت غسل کرے کیونکہ یہ غسل صفائی کے لئے ہے نہ کہ نماز کے لئے، اور نبی ﷺ نے اُمّ المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کو مکہ داخل ہوتے وقت غسل کا حکم فرمایا، حالانکہ وہ حیض سے تھیں۔

اور بغیر غسل کئے احرام باندھنا مکروہ تنزیہی ہے اگرچہ عورت حائضہ یا نفاس والی ہو اسی طرح مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ کی کتاب "حياة القلوب فی زيارة المحبوب" کے باب اول، فصل ہفتم میں ہے۔ کیونکہ اس وقت غسل مسنون ہے اور سنّت کا خلاف مکروہ تنزیہی ہے۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ۵ذوالحجة ۱۴۲۷ھ، ۲۵دیسمبر ۲۰۰۶م (331-F)

۲۲۳۔ المسالك فی المناسك، القسم الثانی فی بيان نسك الحج الخ، فصل منه، ص ۳۷۴

عورت حالتِ حیض میں طوافِ زیارت کرلے تو حج کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں ۔ ہمارے ساتھ خواتین میں سے ایک خاتون کے ایام چل رہے ہیں، اس وجہ سے طوافِ زیارت نہ کرسکی اور وقتِ روانگی بھی قریب ہے، امید نہیں کہ پاک ہوسکے اور یہ طواف فرض ہے، اس صورت اس فرض کوادا کرنے کے لئے اگر طوافِ زیارت کرلے تو فرض ادا ہوجائے گا یا نہیں؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ایسی صورت پیش آجائے تو روانگی مؤخر کروانی چاہئے اور ایئرلائن والے، پاکستانی سفارت خانے والے، مکتب کے معلم اور مؤسسہ والے، سب کے سب اس اضطراری امر اور عورت کی مجبوری کو بخوبی سمجھتے ہیں کیونکہ چاروں مذاہب میں حتی کہ وہاں کے مقامی علماء کے ہاں بھی طوافِ زیارت کئے بغیر حج مکمل نہیں ہوتا اور پھر کوئی حالتِ حیض میں طوافِ زیارت کے جواز کے قائل بھی نہیں اور پھر یہ مسئلہ کثیر الوقوع بھی ہے، اس لئے روانگی مؤخر کروانا اتنا بڑا مسئلہ نہیں ہے۔ اور بسا اوقات عورت روانگی مؤخر کروانے پر راضی نہیں ہوتی تو اس صورت میں اُسے سمجھایا جائے کہ تیرا حج پورا نہیں ہوا کیونکہ حج کا ایک فرض ابھی باقی ہے۔ اور تیرے یہاں آنے، اتنا سفر کرنے، مشقت اٹھانے، اتنا روپیہ خرچ کرنے کا کیا مقصد جب حج ہی پورا نہ ہو۔ اور جو فرض باقی ہے اس کو ادا کئے بغیر عورت مرد پر کبھی حلال نہیں ہوتی۔ اس طرح کی باتیں کرکے اُسے راضی کیا جائے اور سوال میں جس صورت کے بارے میں پوچھا گیا ہے اسے انتہائی مجبوری کی حالت میں اختیار کیا جائے جب اور کوئی چارہ نہ ہو۔ اور صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ وہ عورت اگر اسی حال میں طواف کرلے تو اس کا فرض ادا ہوجائے گا اور بدنہ بھی لازم ہوگا یعنی اس پر لازم ہے کہ ایک گائے یا اونٹ اس حال میں طوافِ زیارت کرنے کے جرمانے کے طور پر حدودِ حرم میں ذبح کروائے اور ساتھ توبہ بھی کرے کہ

اس حال میں طواف کرنا گناہ ہے۔ چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

جائز است مرزن حائض را اداء جمیع افعال حج و عمرہ از احرام و وقوف عرفات و سعی بین الصفا و المروۃ و غیر آن الاّ طوافِ کعبہ کہ آن جائز نیست و مراد بعدم جواز طواف مر حائض را حرمت فعل اوست نہ عدم صحت او اصلاً۔ لہٰذا علامہ ابن امیر الحاج در ''منسک'' خود گفتہ کہ اگر حائض گشت زنے قبل از اداء طوافِ زیارت و عزم کردند رفقاء او بر رجوع بسوئے وطن قبل از طہارت پس بیاید آن زن نزد عالمے و پرسد کہ آیا من طواف کنم یا نہ و اگر من طواف کنم صحیح گردد حج من یا نہ۔ باید کہ جواب دادہ شود او را بآن کہ جائز نیست ترا دخولِ مسجد و نہ طواف و اگر داخل شُدی و طواف کردی معصیت کردی و آثم گشتی ولیکن صحیح افتد حج تو و لازم آمد بر تو ذبح بدنہ یعنی اشتر یا گاوے و این مسئلہ کثیر الوقوع است کہ متحیر میشوند زنان در وی اھ و مولانا علی قاری در ''شرح منسک متوسط'' آوردہ کہ اگر طوافِ زیارت کرد زنے در حالت حیض صحیح گردد طواف در حق سقوط فرضیت و لازم آید بروے ذبح بدنہ و عاصیہ گردد بسبب دخولِ مسجد و طواف بغیر طہارت و واجب باشد بروے اعادہ آن طواف مع الطہارۃ پس اگر اعادہ کرد ساقط گردد بدنہ از وے و واجب باشد بروے توبہ از معصیت اگرچہ بدنہ دہد اھ (۲۲۴)

یعنی، حائضہ عورت کو حج و عمرہ کے تمام افعال جیسے احرام، وقوفِ عرفات، سعی سب کرنا جائز ہے سوائے طوافِ کعبہ کے کہ وہ جائز نہیں اور جائز نہ ہونے سے مراد اس کے فعل کا حرام ہونا ہے نہ یہ کہ اصلاً ادا ہی نہیں ہو گا، چنانچہ علامہ ابن امیر الحاج نے اپنی ''منسک'' میں لکھا طوافِ زیارت کی ادائیگی سے قبل کسی عورت کو حیض آجائے اور اس کے

۲۲۴۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب اول، فصل پنجم دربیان کیفیت احرام زن، ص ۸۳۔۸۴

رفقاء اس کے پاک ہونے سے قبل وطن لوٹنے لگیں تو وہ عورت کسی عالم کے پاس آکر مسئلہ دریافت کرے کہ ایسی حالت میں طواف کروں یا نہ کروں اور اگر کرلوں تو میرا حج صحیح ہو جائے گا یا نہیں، تو اسے جواب میں بتانا چاہئے کہ تمہارا مسجد حرام میں داخل ہونا اور طواف کرنا جائز نہیں۔ اگر تم نے ایسا کرلیا تو گناہ کیا اور گنہگار ہوئیں لیکن تمہارا حج صحیح ہو گیا اور تم پر بدنہ یعنی ایک اونٹ یا گائے کو ذبح کرنا لازم ہے اور یہ مسئلہ اکثر درپیش آتا ہے اور عورتوں کو بڑی پریشانی ہوتی ہے اھ۔

اور مولانا علی قاری نے "شرح منسك متوسط" (۲۲۵) میں لکھا کہ اگر حیض والی طوافِ زیارت کرلے تو سقوطِ فرضیت کے لئے یہ طواف صحیح ہو جائے گا اور اس پر بدنہ (اونٹ یا گائے کو) ذبح کرنا لازم آئے گا اور مسجد میں بغیر پاکی کے داخل ہونے اور ناپاکی کی حالت میں طواف کرنے کا گناہ ہوگا۔ اور پاکی کی حالت میں اس طواف کا اعادہ اس پر لازم ہوگا۔ اگر اس نے اعادہ کرلیا تو یہ قربانی اس سے معاف ہو جائے گی، اور قربانی کے باوجود اس گناہ پر توبہ اس پر لازم ہوگی اھ۔

والله تعالى أعلم بالصواب

يوم الإثنين، ١٩ ذو الحجة ١٤٢٧ھ، ٨ يناير ٢٠٠٧ م (353-F)

ماہواری ختم ہونے پر طوافِ زیارت کیا کہ پھر شروع ہوگئی

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کو اس کی عادت کے مطابق پانچ دن ماہواری آچکی اس کے بعد اس نے پاک ہو کر غسل کرلیا، غسل کے بعد اس نے نماز شروع کر دی اور طوافِ زیارت بھی کرلیا، پھر ساتویں دن اسے دوبارہ ماہواری ہوگئی، اس صورت میں اس کا طواف درست ہو گیا یا نہیں اور اس

۲۲۵۔ المسلك المتقسط في المنسك المتوسط، فصل: حائض طهرت في آخر أيام النحر، ص ۳۸۸

عورت پر کچھ لازم ہوا یا نہیں؟

(السائل: محمد فتانی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ دوسری بار آنے والا خون ماہواری کے دس دن پورے ہونے پر یا دس پورے ہونے سے قبل ختم ہوا تو کئے ہوئے طواف سے فرض تو ادا ہو گیا مگر اس پر بدنہ یعنی گائے یا اونٹ کا ذبح کرنا لازم ہو گیا اور وہ گنہگار ہوئی، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی متوفی ۹۹۶ھ لکھتے ہیں:

فطافت ثم عاد دمها في أيام عادتها يصح طوافها و لزمها بدنة و كانت عاصية (لُباب المناسك) وفي شرحه: أي من وجهين لدخول المسجد و نفس الطواف (۲۲۶)

یعنی، عورت نے طواف زیارت کر لیا پھر اس کی عادت کے ایام میں ماہواری کا خون دوبارہ آ گیا تو اس کا طواف صحیح ہو گیا اور اس پر بدنہ لازم ہو گیا اور وہ گنہگار ہوئی۔ یعنی دو وجوہ سے ایک مسجد میں داخل ہونے اور دوسری نفسِ طواف کی وجہ سے۔

اور اس پر لازم ہے کہ ماہواری سے پاک ہونے کے بعد طوافِ زیارت دوبارہ کرے اگر وہ ایسا کر لیتی ہے تو اس پر سے بدنہ ساقط ہو جائے گا، چنانچہ لکھتے ہیں:

و عليها أن تعيد طاهرة، فإن أعادته سقط ما وجب (۲۲۷)

یعنی، اس پر لازم ہے کہ وہ پاک ہو کر طواف زیارت کا اعادہ کرے، پس اگر وہ اس کا اعادہ کر لیتی ہے تو اس پر سے وہ ساقط ہو گیا جو واجب ہوا تھا (یعنی بدنہ ساقط ہو جائے گا)۔

اور گناہ بہر حال باقی رہے گا جس کے لئے توبہ کرنا ضروری ہوگی، چنانچہ مندرجہ بالا عبارت کے تحت ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

۲۲۶۔ المسلك المتقسّط إلى المنسك المتوسط، ص۳۸۸

و علیها التوبة من جهة المعصية و لو مع البدنة (۲۲۸)

یعنی، اس پر معصیت (گناہ) کی جہت سے سچی توبہ لازم ہے اگر بدنہ بھی دے دے۔

اور اس صورت میں بظاہر عورت کا قصور تو نہیں کیونکہ اُسے عادۃً ماہواری آچکی اور اس نے غسل کر لیا پھر طوافِ زیارت کیا اور طواف کر لینے کے بعد حیض کی مدّت یعنی دس دنوں کے اندر اُسے ماہواری دوبارہ شروع ہوگئی تو فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ اس کا طواف صحیح ہوگا اور اس پر بدنہ لازم آیا اور وہ گنہگار ہوئی اور اگر وہ دوبارہ آئے ہوئے ماہواری کے خون کے ختم ہونے پر وہ غسل کرے اور طواف کر لے تو بدنہ ساقط ہو جائے گا توبہ بہر حال کرنی ہوگی، اور جو معصیت واقع ہو جانے کی وجہ سے توبہ کا حکم لگایا گیا ہے اس کے بارے میں اگر کہا جائے کہ شاید اس لئے کہ مدّت ماہواری جب دس دن ہے اور اس مدّت میں طہر مُتخلّل بھی حیض ہی کہلاتا ہے تو اُسے اس مدّت میں یعنی دس دن تک انتظار کرنا چاہئے تھا کہ مدّت میں حیض کا احتمال باقی رہتا ہے اور اس صورت میں پھر یہ کہ عورت اپنی عادت کے مطابق ماہواری سے پاک ہوگئی اور طوافِ زیارت کا واجب وقت ابھی باقی ہے اور حیض کی مدّت بھی ابھی باقی ہے پھر اگر وہ مدّتِ حیض گزار کر طوافِ زیارت کرتی ہے تو واجب وقت نکل جاتا ہے تو اس کا مطلب ہوگا کہ عورت نے قدرت وفرصت میسر آنے کے باوجود طوافِ زیارت اپنے وقت پر نہیں کیا جس کی بناء پر اس پر دم لازم آئے گا۔ تو اس کے باوجود توبہ کا حکم دیا گیا شاید یہ حکم احتیاط پر مبنی ہے۔

اور اگر دوسری بار آنے والا خون دس دن کے بعد تک جاری رہا تو کئے ہوئے طواف سے فرض ساقط ہو جائے گا اور اس صورت میں عورت پر کچھ بھی لازم نہ ہوگا۔ کہ وہ ماہواری نہیں بلکہ استحاضہ ہے جیسا کہ کُتبِ فقہ میں مذکور ہے۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأحد، ۱۸ ذوالحجة ۱۴۲۷ھ، ۷ ینایر ۲۰۰۷م (352-F)

حائضہ عورت اور طوافِ وداع

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ طوافِ وداع واجب ہے، ایک عورت نے طوافِ زیارت کیا تو اس کے ایام شروع ہو گئے اسے اتنا موقع نہ ملا کہ اور طواف کرتی یہاں تک کہ اس کی وطن روانگی کا وقت آ گیا یا مدینہ منورہ روانہ ہو گئی تو اس صورت میں کیا کرے؟

(السائل: محمد سہیل قادری از لبیک حج گروپ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں عورت کو چاہئے کہ وہ طوافِ وداع نہ کرے اور وطن یا شیڈول کے مطابق مدینہ منورہ چلی جائے یہ طواف اگرچہ آفاقی کے لئے واجب ہے مگر حائضہ اور نفاس والی عورت سے یہ واجب ایسی صورت میں ساقط ہو جاتا ہے اور نہ اس واجب کے ترک پر گنہگار ہوتی ہے اور نہ ہی دم لازم آتا ہے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

دوازدہم آنکہ اگر زن حائض گشت قبل از اداءِ طوافِ وداع و ہنوز پاک نشدہ است کہ رفقاء او قصد رجوع بلدہ او کردند و تا طہارت این زن فرصت نمی کنند پس ساقط گردد طوافِ وداع ازین زن و لازم نمی آید چیزے بروے بترک آن الخ (۲۲۹)

یعنی، بارہواں یہ کہ اگر عورت کو طوافِ وداع ادا کرنے سے قبل ماہواری آ گئی اور وہ ابھی حیض سے پاک نہ ہوئی تھی کہ اس کے رفقاء نے اس کے شہر رجوع کا قصد کر لیا اور اس عورت کے پاک ہونے تک فرصت نہ دی تو اس عورت سے طوافِ وداع ساقط ہو جائے گا اور اُس پر اس کے ترک کی وجہ سے کچھ لازم نہ آئے گا۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ ''عالمگیری'' کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

حیض والی مکہ سے جانے سے قبل پاک ہوگئی تو اس پر یہ طواف واجب
ہے اور اگر جانے کے بعد پاک ہوئی تو اسے یہ ضرور نہیں کہ وہ واپس
آئے اور واپس آئی تو طواف واجب ہو گیا جب کہ میقات سے باہر نہ
ہوئی تھی۔ (۲۳۰)

یاد رہے کہ طوافِ زیارت کے بعد اگر کوئی نفلی طواف کیا تھا تو اس سے طوافِ وداع ادا ہو گیا تھا۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الثلاثاء، ۱۳ ذوالحجة ۱۴۲۷ھ، ۲ ینایر ۲۰۰۷م (338-F)

تقصیر سے قبل عورت کا اپنے سر کو ننگا کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک خاتون نے عمرہ کیا سعی اور قصر کروانے سے قبل احرام یعنی سر کا کپڑا کھول دیا پھر قصر کروایا کیا اس صورت میں اس پر کچھ لازم ہوگا؟

(السائل: غلام رسول، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اس پر کچھ بھی لازم نہ ہوگا جب کہ تقصیر سے قبل ممنوعاتِ احرام میں سے کسی ممنوع کا ارتکاب نہ کیا ہو، باقی رہا سر کے کپڑے کا کھولنا وہ تو وضو میں سر کے مسح کے لئے بھی کھولا جاتا ہے کہ اس کے کھولے بغیر مسح ہی نہیں ہوسکتا، لہٰذا سر سے کپڑا کھولنے سے اس کے احرام پر کوئی فرق نہیں پڑا۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ٥ ذوالحجة ۱۴۲۷ھ، ۲۵ دیسمبر ۲۰۰۶م (328-F)

احرام کے بغیر طواف میں عورت چہرہ نہیں کھولے گی

استفتاء:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ طواف میں اکثر عورتوں کو دیکھا ہے کہ وہ چہرہ کھولے ہوئے ہوتی ہیں اور عورت کو احرام میں تو منہ کھلا رکھنے کا حکم ہے، عام طواف میں بھی کیا اس کا حکم ہے کہ وہ منہ کو کھلا رکھے؟

(السائل: نور بیگ از لبیک حج گروپ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: احرام میں عورت کو چہرہ کُھلا رکھنا ہے کہ حدیث شریف ہے:

"إِحرَامُ المَرأَةِ فِی وَجهِهَا" الحدیث

یعنی، عورت کا احرام اس کے چہرے میں ہے۔

اس لئے عورت جو طواف حالتِ احرام میں کرے گی اس میں تو اس کا چہرا کُھلا ہوگا مگر جو طواف حالتِ احرام میں نہ ہو اس میں چہرے کو کھلا رکھنے کا حکم نہیں فتنہ کا سبب ہے لہٰذا عام حالت میں عورت طواف کرے تو اُسے اپنے چہرے کو چُھپانا ہوگا۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ۸ ذو الحجة ۱۴۲۷ھ، ۲۸ دیسمبر ۲۰۰۶م (334-F)

عورت سفر حج میں بیوہ ہو جائے تو مناسکِ حج ادا کرے یا نہ

استفتاء:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عورت سفر حج میں بیوہ ہو جائے تو کیا اس کو عدت کی حالت میں منیٰ عرفات اور مدینہ طیبہ وغیرہ جانا جائز ہے؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: اگر دورانِ حج یا حج سے قبل کسی عورت کا شوہر قضاء الٰہی سے انتقال کر جائے تو اس عورت کا کوئی محرم موجود ہو تو اس کے ساتھ

حج پورا کرے اگر محرم نہ ہو تو گروپ کی ایسی عورتوں کے ساتھ حج پورا کرے جو خدا ترس اور دیندار ہوں اور مقررہ مدت کے بعد گھر پہنچ کر عدت کے بقیہ ایام گھر پر پورے کرے۔

فقہ حنفی میں حکم تو یہ ہے کہ عورت اگر اپنے شوہر کے ساتھ سفر پر ہو اور سفر میں اس کے شوہر کا انتقال ہو جائے تو عورت کا گھر اگر مدتِ سفر پر نہ ہو تو اسے چاہئے گھر لوٹ آئے اور عدت کو پورا کرے اور اگر گھر اور جہاں کا قصد ہے دونوں مدتِ سفر پر ہوں تو کسی جانب سفر کو اختیار کرنا بے مُحرِم کے حرام ہے کہ اس جگہ اگر عزت و آبرو کے ساتھ رہنا میسر ہو تو اسے کسی محرم کے آنے تک یا دوسرا نکاح کرنے تک اسی جگہ رہنے کا حکم دیا جاتا، اگر اس جگہ کوئی شناسا نہ ہو کہ رہنے کا بندوبست ہو سکے یا وہاں رہنے میں عزت و آبرو کا خطرہ ہو یا قانونی طور پر مسائل ہوں جن کی بناء پر وہاں رہنا دشوار ہو تو مجبوری اور ضرورت میں اسے مذہب غیر پر عمل کی وقتی اجازت دی جائے گی اور وہ یہ ہے کہ امام شافعی علیہ الرحمہ کے مذہب کے مطابق وہ اپنے قافلہ کے معتمد و ثقہ عورتوں کو تلاش کرے اور ان کے ساتھ سفر کو جاری رکھے یا وطن واپس آجائے، دونوں کا اختیار ہے۔

اور جو عورت جدّہ پہنچ کر بیوہ ہو گئی اسے بے مُحرِم وطن واپس لوٹنا حرام ہے، البتہ مکہ مکرمہ جدّہ سے سفر شرعی کی دُوری پر نہیں لہذا مکہ مکرمہ چلی جائے اور حج کے بعد وہیں ٹھہرے تاکہ اس کا کوئی مُحرِم اس کو لینے کے لئے وطن سے پہنچ جائے اور اگر مُحرِم نہ ہو یا جانے آنے کے لئے تیار نہ ہو یا ایسا ہے کہ اسے دین کا کوئی لحاظ پاس نہیں ہے اور کوئی صورت نظر نہ آئے، مذہب غیر پر عمل کرے جیسا کہ فتاویٰ رضویہ میں ہے:

كانت كمن أبانها زوجها أو مات عنها و لو في مصرٍ و ليس بينها و بين مصرها مدة سفر رجعت و لو بين مصرها مدة و بين مقصدها أقل مضت اھ۔

یعنی، کسی عورت کو اثنائے سفر شوہر نے بائن طلاق دے دی یا انتقال کر گیا اور اس عورت اور اس کے وطن کے درمیان مدتِ سفر نہیں ہے تو وہ لوٹ آئے اور اگر وطن کے لئے مسافت سفر ہے مقصد کے لئے مسافت سفر نہیں تو سفر جاری رکھے۔

لیکن اس رخصت شرعی کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اپنی صوابدید پر کسی عذر کو ضرورت مان لیا جائے یا کسی عام مجبوری کو ضرورت مان لیا اور مذہب غیر پر عمل کر لیا، شرعی طور پر جب تک ضرورت متحقق نہ ہو مذہب غیر پر عمل جائز نہیں اگرچہ چاروں مذاہب برحق ہیں لیکن جو جس مذہب کا مقلِّد ہے اس پر اسی کی تقلید واجب ہے هكذا في ''فتاوی یورپ''، (ص ۳۳۱)۔

والله تعالى أعلم بالصواب

يوم الأربعاء، ۲۹ شوال المكرم ۱٤۲۷ھ ۲۲ نوفمبر ۲۰۰٦م (222-F)

توجہ فرمائیے

ادارے کی ہدیۃً شائع شدہ کتب

کہی ان کہی زکوٰۃ کی اہمیت

رمضان المبارک معزز مہمان یا محترم میزبان

عیدالاضحیٰ کے فضائل اور مسائل

امام احمد رضا قادری رضوی، حنفی رحمۃ اللہ علیہ مخالفین کی نظر میں

میلاد ابن کثیر، عورتوں کے ایام خاص میں نماز اور روزے کا شرعی حکم

تخلیق پاکستان میں علماء اہلسنّت کا کردار

ان **کتب خانوں** پر دستیاب ہیں

مکتبہ برکات المدینہ، بہار شریعت مسجد، بہادر آباد، کراچی

مکتبہ غوثیہ ہول سیل، پرانی سبزی منڈی، نزد عسکری پارک، کراچی

ضیاء الدین پبلی کیشنز، نزد شہید مسجد، کھارادر، کراچی

مکتبہ انوار القرآن، میمن مسجد مصلح الدین گارڈن، کراچی (حنیف بھائی انگوٹھی والے)

مکتبہ فیض القرآن، قاسم سینٹر، اردو بازار، کراچی

رابطے کے لئے: 021-2439799

محترم المقام جناب............................... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جیسا کہ آپ کے علم میں ہے کہ جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان نے اپنے سلسلہ مفت اشاعت کے تحت ہر ماہ ایک مفت کتاب شائع کرتی ہے جو کہ پاکستان بھر میں بذریعہ ڈاک بھیجی جاتی ہے گزشتہ دنوں جمعیت نے سال رواں کے لئے اپنے سلسلہ مفت اشاعت کی نئی پالیسی کا اعلان کیا ہے جس کے تحت وہی فیس برقرار رکھی گئی ہے جو کہ گزشتہ کئی سالوں سے چل رہی ہے یعنی صرف -/50 روپے سالانہ۔

اس خط کے ذریعے آپ سے التماس ہے کہ آپ اس خط کے آخر میں دیئے ہوئے فارم پر اپنا مکمل نام اور پتہ خوشخط لکھ کر ہمیں منی آرڈر کے ساتھ ارسال کردیں تاکہ آپ کو نئے سال کے لئے جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان کے سلسلہ مفت اشاعت کا ممبر بنالیا جائے۔ صرف اور صرف منی آرڈر کے ذریعے بھیجی جانے والی رقم قابل قبول ہوگی، خط کے ذریعے نقد رقم بھیجنے والے حضرات کو ممبر شپ جاری نہیں کی جائے گی۔ البتہ کراچی کے رہائشی یا دوسرے جو حضرات دستی طور پر دفتر میں آکر فیس جمع کروانا چاہیں تو وہ روزانہ شام 4 بجے سے رات 12 بجے تک رابطہ کرسکتے ہیں، ممبر شپ فارم جلد از جلد جمع کروائیں۔ جنوری تک وصول ہونے والے ممبر شپ فارم پر سال کی پوری 12 کتابیں ارسال کی جائیں گی البتہ اس کے بعد موصول ہونے والے ممبر شپ فارمز پر مہینے کے اعتبار سے بتدریج ایک ایک کتاب کم ارسال کی جائے گی مثلاً اگر کسی کا فارم فروری میں موصول ہوا تو اسے 11 کتابیں اور اگر کسی کا مارچ میں موصول ہوا تو اسے 10 کتابیں ارسال کی جائیں گی۔

نوٹ: اپنا نام، پتہ، ممبر شپ نمبر (منی آرڈر اور فارم دونوں پر) اردو زبان میں نہایت خوشخط اور خوب واضح لکھیں تاکہ کتابیں بروقت اور آسانی کے ساتھ آپ تک پہنچ سکیں۔ نیز پرانے ممبران کو خط لکھنا ضروری نہیں بلکہ منی آرڈر پر اپنا موجودہ ممبر شپ نمبر لکھ کر روانہ کردیں اور خط لکھنے والے حضرات جس نام سے منی آرڈر بھیجیں خط بھی اسی نام سے روانہ کریں۔ منی آرڈر میں اپنا فون نمبر ضرور تحریر کریں۔

نوٹ: کسی مہینے کتاب نہ پہنچنے کی صورت میں خط لکھتے وقت اس سال ملنے والی کتابوں کا تذکرہ ضرور کریں تاکہ ہمیں پریشانی نہ ہو۔

فقط

ہمارا پوسٹل ایڈریس یہ ہے:
جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان
نور مسجد کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی۔ 74000

سید محمد طاہر نعیمی (معاون محمد سعید رضا)
شعبہ نشر واشاعت 021-2439799

....

نام .... ولدیت ....

مکمل پتہ ....

....

فون نمبر .... ممبر شپ نمبر ....

نوٹ: ایک سے زائد افراد ایک ہی منی آرڈر میں رقم روانہ کرسکتے ہیں اور فارم نہ ملنے کی صورت میں اس کی فوٹو کاپی استعمال کی جاسکتی ہے۔

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت کی سرگرمیاں

مدارس حفظ و ناظرہ

جمعیّت کے تحت رات کو حفظ و ناظرہ کے مختلف مدارس لگائے جاتے ہیں جہاں قرآن پاک حفظ و ناظرہ کی مفت تعلیم دی جاتی ہے۔

درس نظامی

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان کے تحت صبح اور رات کے اوقات میں ماہر اساتذہ کی زیرِ نگرانی درس نظامی کی کلاسیں لگائی جاتی ہیں۔

دارالافتاء

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان کے تحت مسلمانوں کے روزمرّہ کے مسائل میں دینی رہنمائی کے لئے عرصہ چھ سال سے دارالافتاء بھی قائم ہے۔

مفت سلسلہ اشاعت

جمعیّت کے تحت ایک مفت اشاعت کا سلسلہ بھی شروع ہے۔ جس کے تحت ہر ماہ مقتدر علماء اہلسنّت کی کتابیں مفت شائع کر کے تقسیم کی جاتی ہے۔ خواہش مند حضرات نور مسجد سے رابطہ کریں۔

ہفتہ واری اجتماع

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت کے زیرِ اہتمام نور مسجد کاغذی بازار میں ہر پیر کو 9:30 تا 10:30 ایک اجتماع منعقد ہوتا ہے۔ جس میں ہر ماہ کی پہلی اور تیسری پیر کو درس قرآن ہوتا ہے۔ جس میں حضرت علامہ مولانا عرفان ضیائی صاحب درس قرآن دیتے ہیں اور اس کے علاوہ باقی دو پیر مختلف علماء کرام مختلف موضوعات پر خطاب فرماتے ہیں۔

کتب و کیسٹ لائبریری

جمعیّت کے تحت ایک لائبریری بھی قائم ہے جس میں مختلف علماء اہلسنّت کی کتابیں مطالعہ کے لئے اور کیسٹیں سماعت کے لئے مفت فراہم کی جاتی ہیں۔ خواہش مند حضرات رابطہ فرمائیں۔